قادیانی مسئلہ پر مسلم اُمہ کا موقف
۱۹۷۴ء کی پاکستانی قومی اسمبلی کے رُوبرو

۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے نتیجے میں ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی قومی اسمبلی نے قادیانیوں کی دونوں جماعتوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا اعلان کر دیا۔

قومی اسمبلی نے یہ اعلان یونہی نہیں کر دیا بلکہ اسمبلی میں طویل بحث و مباحثے کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا۔ اسمبلی نے دونوں جماعتوں کے لیڈروں کو اپنا موقف پیش کرنے کا پورا پورا موقع دیا قادیانی اور لاہوری دونوں گروپ کے لیڈروں نے زبانی اور تحریری شکل میں اپنا اپنا موقف پیش کیا اور یہ باور کرانے میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا کہ وہ بھی ملت اسلامیہ کا ایک حصہ ہیں تاکہ اس کے لئے مکروفریب اور جھوٹ سے بھی کام لینے میں انہوں نے کوئی کسر نہ چھوڑی، جبکہ اصل حقیقت بالکل اس کے برعکس ہے۔ قادیانیت دین اسلام کے متوازی ایک الگ تحریک ہے جس کا ملت اسلامیہ کوئی تعلق نہیں لیکن ان تفصیلات سے عام مسلمان واقف نہیں تھے، خود اسمبلی کے ممبران جو مسلمان تھے لیکن وہ بھی قادیانیوں کے بارے میں صحیح علم نہیں رکھتے تھے۔ اس لئے اسمبلی میں موجود علماء کرام نے یہ فیصلہ کیا کہ قادیانیوں کے کفریہ عقائد، پاکستان اور عالم اسلام کے بارے میں قادیانیوں کے ناپاک عزائم پر ایک دستاویزی تحریر مرتب کر کے اسمبلی کے ممبران تک پہنچائی جائے تاکہ ملت اسلامیہ کا موقف بھی قادیانیوں کے بارے میں انہیں معلوم ہو۔ چنانچہ یہ کتاب تحریر کی گئی۔

کتاب کا پہلا حصہ مذہبی مباحث پر مشتمل ہے جسے حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب نے تحریر کیا اور دوسرا حصہ قادیانی سیاست اور ان کے عزائم کے بارے میں حضرت مولانا سمیع الحق اکوڑہ خٹک نے لکھا ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا محمد یوسف بنوری نے کتاب کی تیاری کی نگرانی فرمائی اور چھپوا کے شائع کر کے ممبران اسمبلی میں تقسیم کروائی گئی تھی۔

چند سال قبل مکتبہ امدادیہ ملتان نے اس کی اشاعت کا اہتمام کیا تھا جو کہ اب دوبارہ نایاب ہے اب الحمد للہ اس کی تیسری بار اشاعت کا اہتمام ختم نبوت اکیڈمی (لندن) کی جانب سے کیا جا رہا ہے جو ہمارے لئے باعث سعادت ہے۔

قادیانی مسئلہ کو سمجھنے کے لئے یہ ایک بہترین کتاب ہے ہر مسلمان کی ضرورت اور ختم نبوت

دستیاب ہیں، استفادہ سہل بنانے کے لئے ضروری تھا کہ اس میں ''روحانی خزائن'' کے حوالے شامل کردیئے جائیں۔ چنانچہ کتاب کو نئے سرے سے کمپوزنگ کا اہتمام کیا گیا، جس سے سابقہ خامیوں کا تدارک بہتر انداز میں ہوگیا۔ ﴿﴾ پھولدار قوسین کے درمیان ''ر خ'' سے مراد مرزا قادیانی کی روحانی خطاؤں پر مشتمل ان کی تصنیفات کا وہ سیٹ ہے جسے مرزائیوں نے اب ''روحانی خزائن'' کے نام سے ۲۳ جلدوں میں شائع کیا ہے اور ''ص'' سے مراد صفحہ ہے۔ سیٹ کی شکل میں مرزا قادیانی کی یہ وہی ''روحانی خطائیں'' ہیں جسے بازار میں لانے سے اب مرزائی شرمانے لگے ہیں۔

احقر نے حتی الوسع مذکورہ خامیاں دور کرنے کی کوشش کی ہے تاہم اگر کوئی غلطی نظر آئے تو نشاندہی کرنے والے احباب کا مشکور ہوں گا۔

باری تعالیٰ حافظ صاحب موصوف کے خلوص کو قبول فرمائے اور ہم سب کے لئے کتاب ہذا کو ذریعہ نجات اور قادیانیوں کے لئے ذریعہ ہدایت بنائے، آمین۔

شاہ عالم گورکھپوری

☆☆☆☆☆
☆☆☆
☆

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ
كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ
إِلَيْهِ شَيْءٌ

ترجمہ: "اور اس شخص سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو اللہ
پر جھوٹ باندھے یا کہے کہ مجھ پر وحی آتی ہے حالانکہ اس
پر کوئی وحی نہ آئی ہو۔"

قرآن کریم

سورۃ انعام ۶ آیت ۹۳

اِنَّـهٗ سَيَكُوْنُ فِىْ اُمَّتِىْ كَذَّابُوْنَ ثَلَاثُوْنَ كُلُّهُمْ يَزْعَمُ اَنَّهٗ نَبِىٌّ وَاَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ لَا نَبِىَّ بَعْدِىْ.

ترجمہ:- میری امت میں تیس کذاب پیدا ہوں گے ہر ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ نبی ہے، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

ارشاد آنحضرت ﷺ

ابو داؤد جلد دوم ص ۲۲۸ باب الفتن

ترمذی، جلد دوم ص ۴۵ ابواب الفتن

حدیث صحیح

مرزا غلام احمد کے صاحبزادے مرزا بشیر احمد قادیانی کی رائے

"مسیح موعود (مرزا غلام احمد صاحب) کو یہ دعویٰ ہے کہ وہ خدا کی طرف سے ایک مامور ہے اور یہ کہ خدا تعالیٰ اس سے ہم کلام ہوتا ہے۔ دو حالتوں سے خالی نہیں یا تو وہ نعوذ باللہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے اور محض افترا علی اللہ کے طور پر دعویٰ کرتا ہے تو ایسی صورت میں نہ صرف وہ کافر بلکہ بڑا کافر ہے اور یا مسیح موعود اپنے دعویٰ الہام میں سچا ہے اور خدا تعالیٰ سچ مچ اس سے ہم کلام ہوتا تھا تو اس صورت میں بلا شبہ یہ کفر کا کلمہ انکار کرنے والے پر پڑے گا۔ پس اب تم کو اختیار ہے کہ یا مسیح موعود کے منکروں کو مسلمان کہہ کر مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ لگاؤ اور یا مسیح موعود کو سچا مان کر اس کے منکروں کو کافر قرار دو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ تم دونوں کو مسلمان سمجھو"

"کلمۃ الفصل"

از مرزا بشیر احمد ایم اے، جلد ۱۴

مندرجہ ریویو آف ریلیجنز، ص ۱۴۳، مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء

امیر جماعت لاہور
محمد علی لاہوری صاحب کا ایک قول

The Ahmadiyya Movement stands in the same relation to Islam in witch Christianity stood to Judaism.

ترجمہ: ''تحریک احمدیت اسلام کے ساتھ وہی رشتہ رکھتی ہے جو عیسائیت کا یہودیت کے ساتھ ہے''۔

اقتباس از ''مباحثہ راولپنڈی''
مطبوعہ قادیان، صفحہ ۲۴۰

عقیدۂ ختم نبوت

اور

مرزائی جماعتیں

ہم نے اپنی قرارداد میں کہا ہے کہ:

"یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت محمد ﷺ کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا"

اس کی مکمل تشریح آئندہ صفحات میں پیش کی جا رہی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَعَلٰی
مَنْ تَبِعَھُمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ

اسلام کی بنیاد توحید اور آخرت کے علاوہ جس اساسی عقیدے پر قائم ہے وہ یہ ہے کہ نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر نبوت اور رسالت کے مقدس سلسلے کی تکمیل ہوگئی اور آپ کے بعد کوئی بھی شخص کسی بھی قسم کا نبی نہیں بن سکتا اور نہ آپ کے بعد کسی پر وحی آسکتی ہے اور نہ ایسا الہام جو دین میں حجت ہو۔ اسلام کا یہی عقیدہ ''ختم نبوت'' کے نام سے معروف ہے اور سرکار دو عالم ﷺ کے وقت سے آج تک پوری امت مسلمہ کسی ادنیٰ اختلاف کے بغیر اس عقیدے کو جزو ایمان قرار دیتی آئی ہے۔ قرآن کریم کی بلا مبالغہ بیسیوں آیات اور آنحضرت ﷺ کی سیکڑوں احادیث اس کی شاہد ہیں۔ یہ مسئلہ قطعی طور پر مسلّم اور طے شدہ ہے اور اس موضوع پر بیشمار مفصل کتابیں بھی شائع ہو چکی ہیں۔

یہاں اُن تمام آیات اور احادیث کو نقل کرنا غیر ضروری بھی ہے اور موجب تطویل بھی۔ البتہ یہاں جس چیز کی طرف بطور خاص توجہ دلانا ہے وہ یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے عقیدۂ ختم نبوت کی سیکڑوں مرتبہ توضیح کے ساتھ یہ پیشگی خبریں بھی دی تھیں کہ:

لا تقوم الساعۃ حتی یُبعث دجالون کذابون

قریبا من ثلاثین کلھم یزعم انہ رسول اللہ

"قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک تیس کے

لگ بھگ دجال اور کذاب پیدا نہ ہوں جن میں سے ہر

ایک یہ دعویٰ کرے گا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔"

بخاری شریف صفحہ ۱۰۵۴ جلد ۲ کتاب الفتن

صحیح مسلم صفحہ ۳۹۷ جلد ۲ کتاب الفتن

نیز ارشاد فرمایا تھا کہ:

انہ سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلھم

یزعم انہ نبی و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

ابوداؤد صفحہ ۲۳۳ جلد ۲ کتاب الفتن

ترمذی صفحہ ۴۵ جلد ۲ ابواب الفتن

"قریب ہے کہ میری امت میں تیس جھوٹے پیدا

ہوں گے۔ ہر ایک یہی کہے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میں

خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔"

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اپنے بعد پیدا ہونے والے مدعیان نبوت کیلئے "دجال" کا لفظ استعمال فرمایا ہے جس کے لغوی معنی ہیں "شدید دھوکہ باز" اس لفظ کے ذریعہ سرکار دو عالم ﷺ نے پوری امت کو خبردار فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کے بعد جو مدعیان نبوت پیدا ہوں گے وہ کھلے لفظوں میں اسلام سے علیحدگی کا اعلان کرنے کے بجائے دجل و فریب سے کام لیں گے اور اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے نبوت کا دعویٰ کریں گے، اور اس مقصد کے لئے امت

کے مسلّمہ عقائد میں ایسی کتر بیونت کی کوشش کریں گے جو بعض ناواقفوں کو دھوکہ میں ڈال سکیں۔ اِس دھوکہ سے بچنے کے لئے امت کو یہ یادرکھنا چاہیئے کہ میں خاتم النبیین ہوں اوراس کا مطلب یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نیا نبی پیدانہیں ہوگا۔

چنانچہ آپ ﷺ کے ارشادگرامی کے مطابق تاریخ میں آپ ﷺ کے بعد جتنے مدعیان نبوت پیدا ہوئے انھوں نے ہمیشہ اسی دجل وتلبیس سے کام لیااوراپنے آپ کومسلمان ظاہر کرکے اپنے دعویٰ نبوت کو چمکانے کی کوشش کی ۔لیکن چونکہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام قرآن کریم اور سرکار دوعالم ﷺ کی طرف سے اس بارے میں مکمل روشنی پاچکی تھی ،اس لئے تاریخ میں جب کبھی کسی شخص نے اس عقیدے میں رخنہ اندازی کرکے نبوت کا دعویٰ کیا تو اُسے باجماع امت ہمیشہ کافراور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا گیا۔قرون اُولیٰ کے وقت سے جس کسی اسلامی حکومت یا اسلامی عدالت کے سامنے کسی مدعی نبوت کا مسئلہ پیش ہوا تو حکومت یا عدالت نے کبھی اس تحقیق میں پڑنے کی ضرورت نہیں سمجھی کہ وہ اپنی نبوت پر کیا دلائل وشواہد پیش کرتا ہے؟ اس کے بجائے صرف اُس کے دعویٔ نبوت کی بناپر اُسے کافر قرار دے کر اُس کے ساتھ کافروں ہی کا سا معاملہ کیا۔وُہ مسیلمہ کذاب ہو یا اسود عنسی یا سجاح یا طلیحہ یا حارث ،یا دوسرے مدعیان نبوت ،صحابہ کرامؓ نے انکے کفر کا فیصلہ کرنے سے پہلے کبھی یہ تحقیق نہیں فرمائی کہ وہ عقیدہ ختم نبوت میں کیا تاویلات کرتے ہیں ، بلکہ جب ان کا دعویٔ نبوت ثابت ہوگیا تو انھیں باتفاق کافر قرار دیا اوران کے ساتھ کافروں ہی کا معاملہ کیا۔اس لئے کہ ختم نبوت کا عقیدہ اس قدر واضح ،غیر مبہم ،نا قابل تاویل اوراجماعی طور پر مسلم اور طے شدہ ہے کہ اس کے خلاف ہر تاویل اسی دجل وفریب میں داخل ہے جس سے آنحضرت ﷺ نے خبردار کیا تھا۔ کیوں کہ اگر اس قسم کی تاویلات کو کسی بھی درجہ میں گوارا کرلیا جائے تو اس سے نہ عقیدہ توحید سلامت رہ سکتا ہے نہ عقیدہ آخرت اور نہ کوئی دوسرا بنیادی عقیدہ۔اگر کوئی شخص عقیدۂ ختم نبوت کا مطلب یہ بتانا شروع کردے کہ تشریعی نبوت تو ختم ہوچکی لیکن غیر تشریعی نبوت باقی ہے تو اسکی یہ بات بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ عقیدہ توحید کے مطابق بڑا خدا تو صرف ایک ہی ہے لیکن چھوٹے چھوٹے معبود اور دیوتا

(۴) "میں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہو گئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیونکر انکار کر سکتا ہوں اور جب کہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیونکر رد کروں یا اس کے سوا کسی دوسرے سے ڈروں۔"

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۸ مطبوعہ قادیان ۱۹۰۱ء) (روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۰)

(۵) "خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں۔ میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں اور آنحضرت ﷺ کے نام کا میں مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔"

(حاشیہ حقیقۃ الوحی ص ۷۲ مطبوعہ قادیان ۱۹۳۴ء) (روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۷۶)

(۶) "چند روز ہوئے ہیں کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے۔"

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۲ طبع اول ۱۹۰۲ء مطبوعہ قادیان ۱۹۳۳ء) (روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۶)

(۷) "ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔"

(اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء بحوالہ حقیقۃ النبوۃ از مرزا بشیر الدین محمود ص ۲۷۲)

(۸) انبیاء گرچہ بودہ اند بسے   من بہ عرفاں نہ کمترم زکسے

(نزول المسیح ص ۹۷ طبع اول قادیان ۱۹۰۹ء) ﴿روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷﴾

یعنی "انبیاء اگر چہ بہت ہوئے ہیں مگر میں معرفت میں کسی سے کم نہیں ہوں۔"

یہ صرف ایک انتہائی مختصر نمونہ ہے ورنہ مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابیں اس قسم کے دعووں سے بھری پڑی ہیں۔

مرزا صاحب کے درجہ بدرجہ دعوے

بعض مرتبہ مرزائی صاحبان مسلمانوں کو غلط فہمی میں ڈالنے کیلئے مرزا غلام احمد قادیانی کے ابتدائی دور کی عبارتیں پیش کرتے ہیں جن میں انہوں نے علی الاطلاق دعوائے نبوت کو کفر قرار دیا ہے لیکن خود مرزا صاحب نے واضح کر دیا کہ وہ مجدد، محدث، مسیح موعود اور مہدی کے مراتب سے "ترقی" کرتے ہوئے درجہ بدرجہ نبوت کے منصب تک پہنچے ہیں۔ انہوں نے اپنے دعووں کی جو تاریخ بیان کی ہے، اُسے ہم پوری تفصیل کے ساتھ اُنہی کے الفاظ میں نقل کرتے ہیں تا کہ ان کی عبارت کو پورے سیاق و سباق میں دیکھ کر ان کا پورا مفہوم واضح ہو سکے۔ کسی نے مرزا صاحب سے سوال کیا تھا کہ آپ کی عبارتوں میں یہ تناقض نظر آتا ہے کہ کہیں آپ اپنے آپ کو "غیر نبی" لکھتے ہیں اور کہیں اپنے آپ کو "مسیح سے تمام شان میں بڑھ کر" قرار دیتے ہیں۔ اس کا جواب دیتے ہوئے مرزا صاحب حقیقت الوحی میں لکھتے ہیں:

> "اس بات کو توجہ کر کے سمجھ لو کہ یہ اسی قسم کا تناقض ہے کہ جیسے براہین احمدیہ میں میں نے یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا، مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنیوالا مسیح میں ہوں، اس تناقض کا بھی یہی سبب تھا کہ اگر چہ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میرا نام عیسیٰ رکھا اور یہ بھی مجھے فرمایا کہ تیرے آنے کی خبر خدا اور رسول نے دی تھی مگر چونکہ ایک گروہ مسلمانوں کا اس اعتقاد پر جما ہوا تھا۔

اور میرا بھی یہی اعتقاد تھا کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر سے نازل ہوں گے، اس لیے میں نے خدا کی وحی کو ظاہر پر حمل کرنا نہ چاہا بلکہ اس وحی کی تاویل کی اور اپنا اعتقاد وہی رکھا جو عام مسلمانوں کا تھا اور اسی کو براہین احمدیہ میں شائع کیا۔

لیکن بعد اس کے اس بارہ میں بارش کی طرح وحی الٰہی نازل ہوئی کہ وہ مسیح موعود جو آنے والا تھا تو ہی ہے اور ساتھ اس کے صدہا نشان ظہور میں آئے اور زمین و آسمان دونوں میری تصدیق کے لئے کھڑے ہوگئے اور خدا کے چمکتے ہوئے نشان میرے پر جبر کر کے مجھے اس طرف لے آئے کہ آخری زمانہ میں مسیح آنے والا میں ہی ہوں ورنہ میرا اعتقاد تو وہی تھا .... جو میں نے براہین احمدیہ میں لکھ دیا تھا........ ....

اسی طرح اوائل میں میرا یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے؟ وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین میں سے ہے۔ اور اگر کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اسکو جزئی فضیلت قرار دیتا تھا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالیٰ کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا مگر اس طرح سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے اُمتی...... میں اُس کی اس پاک وحی پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ اُن تمام خدا کی وحیوں پر ایمان لاتا ہوں جو مجھ سے پہلے ہو چکی ہیں............... میں تو خدا تعالیٰ کی وحی کا پیروی کرنیوالا ہوں۔ جب تک مجھے اس سے علم نہ ہوا میں وہی کہتا رہا جو اوائل میں میں نے کہا اور جب مجھ کو اُس کی طرف سے علم ہوا تو میں نے اُس کے مخالف کہا۔"

(حقیقۃ الوحی ص ۱۴۹، ۱۵۰ مطبوعہ قادیان ۱۹۳۴ء) ﴿ر.خ، ج ۲۲ ص ۱۵۲، ۱۵۳﴾

مرزا صاحب کی یہ عبارت اپنے مدعا پر اس قدر صحیح ہے کہ کسی مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔ اس عبارت کے بعد اگر کوئی شخص ان کی اس زمانے کی عبارتیں پیش کرتا ہے جب وہ دعوائے نبوت کی نفی کرتے تھے اور جب (بزعم خویش) انھیں اپنے نبی ہونے کا علم نہیں ہوا تھا تو اسے دجل و فریب کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟

مرزا صاحب کا آخری عقیدہ

حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب کا آخری عقیدہ جس پر ان کا خاتمہ ہوا یہی تھا کہ وہ نبی ہیں، چنانچہ انہوں نے اپنے آخری خط میں جو ٹھیک ان کے انتقال کے دن "اخبار عام" میں شائع ہوا، واضح الفاظ میں لکھا کہ:

> "میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں اور اگر میں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا اور جس حالت میں خدا میرا نام نبی رکھتا ہے تو میں کیونکر انکار کرسکتا ہوں؟ میں اس پر قائم ہوں اس وقت تک جو اس دنیا سے گزر جاؤں۔"

(اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء۔ منقول از حقیقۃ النبوۃ مرزا محمود ص ۲۷۲ مطبوعہ راولپنڈی ۱۳۶)

یہ خط ۲۳ مئی ۱۹۰۸ء کو لکھا گیا اور ۲۶ مئی کو اخبار عام میں شائع ہوا اور ٹھیک اسی دن مرزا صاحب کا انتقال ہو گیا۔

غیر تشریعی نبوت کا افسانہ

بعض مرتبہ مرزائی صاحبان کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے غیر تشریعی نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور غیر تشریعی نبوت عقیدۂ ختم نبوت کے منافی نہیں لیکن دوسری مرزائی تاویلات کی طرح اس تاویل کے بھی صغریٰ کبریٰ دونوں غلط ہیں۔ اول تو یہ بات ہی سرے سے درست نہیں کہ مرزا صاحب کا دعویٰ صرف غیر تشریعی نبوت کا تھا۔

مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت تشریعی

حقیقت تو یہ ہے کہ مرزا صاحب کے روز افزوں دعاوی کے دور میں ایک مرحلہ ایسا بھی آیا ہے جب انہوں نے غیر تشریعی نبوت سے آگے قدم بڑھا کر واضح الفاظ میں اپنی وحی اور نبوت کو تشریعی قرار دیا ہے اور ان کے پیروؤں کے متبعین میں سے "ظہیر الدین اروپی" کا فرقہ انہیں مستقلاً تشریعی نبی مانتا تھا۔ اس سلسلے میں مرزا صاحب کی چند عبارتیں یہ ہیں۔ اربعین نمبر ۴ میں لکھتے ہیں:

> "ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔ پس اس تعریف کے رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام **قل للمؤمنين يغضوا من ابصارهم ويحفظوا فروجهم ذلك ازكى لهم**۔ یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تئیس برس کی مدت بھی گذر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔ اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **ان هذا لفي الصحف الاولى صحف ابراهيم وموسى**۔ یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہ ہے جس میں باستیفاء امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ اگر توریت یا قرآن شریف میں باستیفاء احکام شریعت کا ذکر ہوتا تو پھر اجتہاد کی گنجائش نہ رہتی۔"

(اربعین نمبر ۴ صفحہ ۷ حاشیہ مطبوعہ ۱۹۰۰ء) خزائن ج ۱۷ ص ۴۳۵

مذکورہ بالا عبارت میں مرزا صاحب نے واضح الفاظ میں اپنی وحی کو تشریعی وحی قرار دیا ہے۔

اس کے علاوہ دافع البلاء میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''خدا نے اس اُمت میں سے مسیح موعود بھیجا۔ جو اُس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان
میں بہت بڑھکر ہے اور اُس نے اس دُوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا''

(دافع البلاء صفحہ ۱۳ مطبوعہ اپریل ۱۹۰۲ء قادیان) ﴿روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۳﴾

ظاہر ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام تشریعی نبی تھے اور جو شخص آپ سے ''تمام شان میں'' یعنی ہر اعتبار سے بڑھ کر ہو وہ تشریعی نبی کیوں نہیں ہو گا؟ اس لئے یہ کہنا کسی طرح درست نہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے کبھی اپنی تشریعی نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔

اس کے علاوہ مرزائی صاحبان عملاً مرزا صاحب کو تشریعی نبی ہی قرار دیتے ہیں یعنی اُن کی ہر تعلیم اور ان کے ہر حکم کو واجب الاتباع مانتے ہیں خواہ وہ شریعت محمدیہ علی صاحبہا السلام کے خلاف ہو، چنانچہ مرزا صاحب نے اربعین نمبر ۴ میں صفحہ ۵ کے حاشیہ پر لکھا ہے:۔

''جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے حضرت
موسیٰ کے وقت میں اسقدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا
اور شیر خوار بچے بھی قتل کئے جاتے تھے۔ پھر ہمارے نبی ﷺ کے وقت میں
بچوں اور بڈھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں کے لئے
بجائے ایمان کے صرف جزیہ دیکر مواخذہ سے نجات پانا قبول کیا گیا اور مسیح
موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم موقوف کر دیا گیا''

(اربعین نمبر ۴ صفحہ ۵ طبع اول ۱۹۱۰ء) ﴿روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۴۴۳﴾

حالانکہ نبی کریم ﷺ کا واضح اور صریح ارشاد موجود ہے کہ

الجهادُ ماضٍ إلى يومِ القيامة

''یعنی جہاد قیامت کے دن تک جاری رہے گا''

(ابوداؤد و نحوہ)

مرزائی صاحبان شریعت محمدیہ کے اس صحیح اور واضح علم کو چھوڑ کر مرزا صاحب کے قطعی اتباع کرتے ہیں۔ اس طرح شریعت محمدیہ میں جو نصوص قطعی، حجیہ اور متواتر کے تمام احکام جو حدیث اور فقہ کی کتابوں میں ہزاروں صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں ان سب میں مرزا صاحب کے مذکورہ اقوال کے مطابق تبدیلی کے قائل ہیں۔ اس کے بعد تشریعی نبوت میں کون سی کسر باقی رہ جاتی ہے۔

ختم نبوت میں کوئی تفریق نہیں

اور اگر بالفرض یہ درست ہو کہ مرزا صاحب ہمیشہ غیر تشریعی نبوت کا ہی دعویٰ کرتے رہے ہیں تب بھی ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عقیدہ ختم نبوت میں یہ تفریق کرنا کہ فلاں قسم کی نبوت ختم ہوگئی ہے اور فلاں قسم کی باقی ہے اس "دجل و تلبیس" کا ایک حصہ ہے جس سے سرکار دو عالم ﷺ نے خبردار فرمایا تھا۔ سوال یہ ہے کہ قرآن کریم کی کون سی آیت یا سرکار دو عالم ﷺ کے کون سے ارشاد میں یہ بات مذکور ہے کہ ختم نبوت سے جس عقیدے کا اعلان اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے ہزاروں بار دہرایا جا رہا ہے وہ صرف تشریعی نبوت سے متعلق ہے اور غیر تشریعی نبوت اس سے مستثنیٰ ہے؟ اگر غیر تشریعی انبیاء کا سلسلہ آپ کے بعد بھی جاری تھا تو قرآن کریم کی بیسیوں آیات نے سرکار دو عالم ﷺ کی لاتعداد احادیث میں سے کسی ایک حدیث نے یا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے بے شمار اقوال میں سے کسی ایک قول ہی نے یہ بات کہاں بیان نہیں کی؟ جبکہ ان نصوص میں ہمیشہ یہی وضاحت کی جاتی رہی کہ ہر قسم کی نبوت بالکل منقطع ہوچکی اور اب کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آسکے گا۔ ختم نبوت کی سینکڑوں احادیث میں سے نمونے کے طور پر مندرجہ ذیل احادیث دیکھئے۔

نمبر۱: ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی

(رواہ الترمذی، جلد ۲ صفحہ ۵۱ ابواب الرؤیا وقال صحیح)

’’بیشک رسالت اور نبوت منقطع ہوچکی۔ میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی‘‘

یہاں لفظ نبی اور رسول کے ساتھ نبوت اور رسالت کے لفظ کو بھی منقطع قرار دیا ہے

اور معبودوں کے بھی قائل ہیں جن کی خدائی مستقل بالذات نہیں۔ کیا ان کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہیں؟ اگر بالواسطہ خداؤں کے اعتقاد کے ساتھ اسلام کا پہلا عقیدہ یعنی عقیدہ توحید سلامت نہیں رہ سکتا تو آپ کے بعد بالواسطہ یا غیر تشریعی انبیاء کے اعتقاد کے ساتھ اسلام کا دوسرا عقیدہ یعنی عقیدۂ ختم نبوت کیسے سلامت رہ سکتا ہے۔

یہاں یہ بھی واضح رہنا چاہئے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات اور نزول ثانی کے عقیدے کو عقیدۂ ختم نبوت سے متصادم قرار دینا بھی خلط مبحث کا شاخسانہ ہے جیسے احادیث میں مدعیان نبوت کو "دجال" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ختم نبوت کی آیت اور احادیث کو پڑھ کر ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی وہی مطلب سمجھے گا، جو پوری امت نے اب تک صدیوں سمجھا ہے، یعنی یہ کہ آپ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس سے یہ نتیجہ کوئی ذی ہوش نہیں نکال سکتا کہ آپ کے بعد پچھلے انبیاء علیہم السلام کی نبوت چھن گئی ہے یا پچھلے انبیاء میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ اگر کسی شخص کو آخری اولاد یا خاتم الاولاد یعنی فلاں شخص کا آخری لڑکا قرار دیا جائے تو کیا کوئی شخص عاقل جو اس کا یہ مطلب سمجھ سکتا ہے کہ اس لڑکے سے پہلے جتنی اولاد پیدا ہوئی تھی وہ سب مر چکی؟ پھر آخر خاتم النبیین یا آخر الانبیاء کے لفظ کا یہ مطلب کون سی لغت، کون سی عقل اور کون سی شریعت کی روشنی میں لیا جا سکتا ہے کہ آپ سے پہلے جتنے انبیاء علیہم السلام تشریف لائے تھے وہ سب وفات پا چکے؟

خود مرزا صاحب "خاتم الاولاد" کے معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سو ضرور ہوا کہ وہ شخص جس پر بکمال و تمام دورۂ حقیقت آدمیہ ختم ہو وہ خاتم الاولاد ہو یعنی اس کی موت کے بعد کوئی کامل انسان کسی عورت کے پیٹ سے نہ نکلے"۔ (تریاق القلوب ص ۱۵۷ طبع سوم قادیان ۱۹۳۴ء، روحانی خزائن ص ۴۸۳ ج ۱۵)

آگے لکھتے ہیں:

"میرے بعد میرے والدین کے گھر میں اور کوئی لڑکی یا لڑکا نہیں ہوا اور میں ان کے لئے خاتم الاولاد تھا"۔

مطابق کمالات عطا ہوتے تھے کسی کو بہت، کسی کو کم، مگر مسیح موعود کو تو تب نبوت ملی
جب اس نے نبوت محمدیہ کے تمام کمالات کو حاصل کرلیا اور اس قابل ہوگیا کہ ظلی
نبی کہلائے پس ظلی نبوت نے مسیح موعود کے قدم کو پیچھے نہیں ہٹایا بلکہ آگے بڑھایا
اور اس قدر آگے بڑھایا کہ نبی کریم کے پہلو بہ پہلو لا کھڑا کیا۔''

(کلمۃ الفصل۔ ریویو آف ریلیجنز ج ۱۴ نمبر ۳ ص ۱۱۳ مارچ و اپریل ۱۹۱۵ء)

آگے مرزا صاحب کو حضرت عیسیٰ، حضرت داؤد، حضرت سلیمان یہاں تک کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی افضل قرار دے کر لکھتے ہیں:

''پس مسیح موعود کی ظلی نبوت کوئی گھٹیا نبوت نہیں، بلکہ خدا کی قسم اس نبوت نے
جہاں آقا کے درجے کو بلند کیا ہے وہاں غلام کو بھی اس مقام پر کھڑا کردیا ہے۔
جس تک انبیاء بنی اسرائیل کی پہنچ نہیں۔ مبارک وہ جو اس نکتہ کو سمجھے اور ہلاکت
کے گڑھے میں گرنے سے اپنے آپ کو بچالے۔'' (حوالہ بالا صفحہ ۱۱۴)

اور مرزا صاحب کے دوسرے صاحبزادے اور ان کے خلیفہ دوئم مرزا بشیر الدین محمود لکھتے ہیں:

''پس ظلی اور بروزی نبوت کوئی گھٹیا قسم کی نبوت نہیں کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو مسیح
موعود کس طرح ایک اسرائیلی نبی کے مقابلہ میں یوں فرماتا کہ:
''ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے''

(القول الفصل ص ۱۴ مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان ۱۹۱۵ء)

خاتم النبیین ماننے کی حقیقت

یہ ہے خود مرزائی صاحبان کے الفاظ میں اُس ظلی اور بروزی نبوت کی پوری حقیقت جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ عقیدۂ ختم نبوت میں رخنہ انداز نہیں ہے۔ جس شخص کو بھی عقل وفہم اور دیانت وانصاف کا کوئی ادنیٰ حصہ ملا ہے وہ مذکورہ بالا تحریریں پڑھنے کے بعد اس کے سوا اور کیا نتیجہ نکال سکتا ہے

دعوائے نبوت کا منطقی نتیجہ

مرزا صاحب کا دعوائے نبوت پچھلے صفحات میں روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے اور قرآن، حدیث، اجماع اور تاریخ اسلام کی روشنی میں یہ بات طے ہو چکی ہے کہ جو شخص آنحضرت B کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے، وہ اور اس کے متبعین کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔

یہ صرف اسلام ہی کا نہیں، عقل عام کا بھی فیصلہ ہے۔ مذاہب عالم کی تاریخ سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والا ہر شخص اس بات کو تسلیم کرے گا کہ جب کبھی کوئی شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے تو حق و باطل کی بحث سے قطع نظر، جتنے لوگ اس وقت موجود ہیں دو فوراً دو گروہوں میں تقسیم ہو جاتے ہیں۔ ایک گروہ وہ ہوتا ہے جو اس شخص کی تصدیق کرتا ہے اور اسے سچا مانتا ہے، اور دوسرا گروہ، وہ ہوتا ہے جو اس کی تصدیق اور پیروی نہیں کرتا۔ ان دونوں گروہوں کو دنیا میں کبھی بھی ہم مذہب قرار نہیں دیا گیا بلکہ ہمیشہ دونوں کو الگ الگ مذہبوں کا پیرو سمجھا گیا ہے۔ خود مرزا غلام احمد قادیانی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

> "ہر نبی اور مامور کے وقت دو فرقے ہوتے ہیں ایک وہ جس کا نام سعید رکھا ہے اور دوسرا وہ جو شقی کہلاتا ہے۔" (۱)

(الحکم جلد ا۔ ۲۸ دسمبر ۱۹۰۰ء منقول از ملفوظات احمدیہ ج ا صفحہ ۱۴۲

مطبوعہ احمدیہ کتاب گھر قادیان ۱۹۲۵ء) ﴿ملفوظات جلد ۲ ص ۱۶۳ مطبوعہ لندن﴾

مذاہب عالم کی تاریخ پر نظر ڈالنے سے یہ حقیقت پوری طرح واشگاف ہو جاتی ہے کہ دعویٰ نبوت کے ماننے ہوئے یہ دو فریق کبھی ہم مذہب نہیں کہلائے بلکہ ہمیشہ حریف مذہبوں کی طرح رہے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے پہلے سارے بنی اسرائیل ہم مذہب تھے، لیکن جب

(۱) یہ قرآن کریم کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے جس میں انسانوں کی دو قسمیں قرار دی ہیں ایک شقی یعنی کافر اور دوسری سعید یعنی مسلمان، پھر پہلی قسم کو جہنمی اور دوسری کو جنتی قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد ہے فمنهم شقي و سعيد۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے تو فوراً دو بڑے بڑے حریف مذہب پیدا ہو گئے ایک مذہب آپ کے ماننے والوں کا تھا جو بعد میں عیسائیت یا مسیحیت کہلایا اور دوسرا مذہب آپ کی تکذیب کرنے والوں کا تھا جو یہودی مذہب کہلایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے متبعین اگرچہ پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتے تھے لیکن یہودیوں نے کبھی ان کو اپنا ہم مذہب نہیں سمجھا اور نہ عیسائیوں نے کبھی اس بات پر اصرار کیا کہ انہیں یہودیوں میں شامل سمجھا جائے۔ اسی طرح جب سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمیت پچھلے تمام انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کی اور تورات، زبور، اور انجیل تینوں پر ایمان لائے۔ اس کے باوجود نہ عیسائیوں نے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے متبعین کو اپنا ہم مذہب سمجھا، اور نہ کبھی مسلمانوں نے یہ کوشش کی کہ انہیں عیسائی کہا اور سمجھا جائے۔ پھر آپ ﷺ کے بعد جب مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تو اسکے متبعین مسلمانوں کے حریف کی حیثیت سے مقابلے پر آئے اور مسلمانوں نے بھی انہیں امت اسلامیہ سے بالکل الگ ایک مستقل کا حامل قرار دے کر انکے خلاف جہاد کیا حالانکہ مسیلمہ کذاب آنحضرت ﷺ کی نبوت کا منکر نہیں تھا، بلکہ اسکے یہاں جو اذان دی جاتی تھی اس میں اشهد ان محمداً رسول الله کا کلمہ شامل تھا۔ تاریخ طبری میں ہے کہ:

وكان يُؤذنُ لِلنبي صلى الله عليه وسلم ويَشهدُ في الاذان انَّ محمداً رسولَ الله وكان الذي يُؤذِنُ له عبدُ الله بن نواحه وكان الذي يُقيم له حُجير بن عُمَير

''مسیلمہ نبی کریم ﷺ کے نام پر اذان دیتا تھا اور اذان میں اس بات کی شہادت دیتا تھا کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور اس کا موذن عبداللہ بن نواحہ تھا اور اقامت کہنے والا حجیر بن عمیر تھا۔ (تاریخ طبری: ج ۲ صفحہ ۲۴۴)

مذاہب عالم کی یہ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ کسی مدعی نبوت کو ماننے والے اور اس کی تکذیب کرنے والے کبھی ایک مذہب کے سائے میں جمع نہیں ہوئے۔ لہٰذا مرزا غلام احمد قادیانی کے

تو جھوٹا ہے تو کذاب ہے۔ آپ کے بعد نبی آ سکتے ہیں اور ضرور آ سکتے ہیں۔"

(انوار خلافت صفحہ ۶۵ مطبوعہ امرتسر ۱۹۱۶ء)

لیکن حال ہی میں جب پاکستان کے دستور میں صدر اور وزیر اعظم کے حلف نامے میں یہ الفاظ بھی تجویز کئے گئے کہ "میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری پیغمبر ہونے پر اور اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔" تو قادیانیوں کے موجودہ خلیفہ مرزا ناصر احمد صاحب نے اعلان فرمایا کہ:

"میں نے اس حلف نامے کے الفاظ پر بڑا غور کیا ہے اور میں بالآخر اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ ایک احمدی کے راستے میں اس حلف کو اٹھانے میں کوئی روک نہیں۔"

(الفضل ربوہ ۱۳ مئی ۱۹۷۳ء جلد ۶۲/۲۷ نمبر ۱۰۶ صفحہ ۵،۴)

ملاحظہ فرمائیے کہ جو بات خلیفہ دوم کے نزدیک انسان کو جھوٹا اور کذاب بنا دیتی ہے اور جس کا اقرار تلواروں کے درمیان بھی جائز نہیں تھا، جب عہدۂ صدارت و وزارت اس پر موقوف ہوگیا تو اس کے حلفیہ اقرار میں بھی کچھ حرج نہ رہا۔

لہٰذا

مرزائی صاحبان کے بارے میں حقیقت تک پہنچنے کے لئے وہ بیانات ہمیشہ گمراہ کن ہوں گے جو وہ کوئی چھاپ نے پیدا کرتے ہیں۔ ان کی اصل حقیقت کو سمجھنے کیلئے ان کی اصل مذہبی تحریروں اور ان کے لٹریچر کا مکمل مطالعہ ضروری ہے۔ یا تو وہ اپنے تمام سابقہ عقائد تحریروں اور بیانات سے کھلم کھلا توبہ کر کے ان سب سے برأت کا اعلان کریں اور اس بات کا عملی ثبوت فراہم کریں کہ مرزا غلام احمد کی پیروی سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہا، یا پھر جرأت مندی سے اپنے ان عقائد اور بیانات کو قبول کر کے اسی پوزیشن پر راضی ہوں جو ان کی روشنی میں ثابت ہوتی ہے۔ اس کے سوا جو بھی تیسرا راستہ اختیار کیا جائے گا وہ محض رفع الوقتی کی ترکیب ہوگی جس سے کسی ذمہ دار ادارے یا حق کے طلبگار کو دھوکے میں نہیں آنا چاہئے۔

کے تمام لوازم کے قائل رہے ان کے ایسے مضامین کو جمع کیا جائے تو ایک پوری کتاب بن سکتی ہے۔ تاہم یہاں محض نمونے کے طور پر ان کی چند تحریریں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۳ مئی ۱۹۰۴ء کو گورداسپور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں ایک بیان دیا جس کا مقصد یہ ثابت کرنا تھا کہ جو شخص مرزا صاحب کی تکذیب کرے وہ "کذاب" ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسے شخص کو اگر مرزا صاحب نے کذاب لکھا تو ٹھیک ہے۔ اس بیان میں وہ لکھتے ہیں:

"مکذب مدعی نبوت کذاب ہوتا ہے۔ مرزا صاحب ملزم مدعی نبوت ہے اس کے مرید اسکو دعویٰ میں سچا اور دشمن جھوٹا سمجھتے ہیں۔"

(صفحہ شہادت بعدالت ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۰۴ء۔
منقول از ماہنامہ فرقان قادیان، نمبر ۱، ۱۰ جنوری ۱۹۴۲ء، جلد ۱ صفحہ ۵)

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خداوند تعالیٰ نے تمام نبوتوں اور رسالتوں کے دروازے بند کر دیئے۔ مگر آپ کے متبعین کامل کیلئے جو آپ کے رنگ میں رنگین ہو کر آپ کے اخلاق کاملہ سے نور حاصل کرتے ہیں، ان کے لئے یہ دروازہ بند نہیں ہوا۔"

(ریویو آف ریلیجنز جلد ۵ صفحہ ۱۸۶ بحوالہ تبدیلی عقائد از محمد اسمٰعیل قادیانی صفحہ ۲۲ مطبوعہ احمدیہ کتاب گھر قادیان)

"جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں دنیا کی اصلاح کیلئے مامور اور نبی کر کے بھیجا ہے وہ بھی شہرت پسند نہیں۔ بلکہ ایک عرصہ دراز تک جب تک اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نہیں دیا کہ وہ لوگوں سے بیعت توبہ لیں، آپ کو کسی سے کچھ سروکار نہیں تھا اور سالہا سال تک گوشۂ خلوت سے باہر نہیں نکلے، یہی سنت قدیمہ سے انبیاء کی چلی آئی ہے۔" (ریویو صفحہ ۱۳۳، ۱۳۴ بحوالہ بالا جلد ۵ صفحہ ۳)

"مخالف خواہ کوئی ہی معنی کرے مگر ہم تو اسی پر قائم ہیں کہ خدا نبی پیدا کر سکتا ہے صدیق بنا سکتا ہے اور شہید اور صالح کا مرتبہ عطا کر سکتا ہے مگر چاہیئے مانگنے والا

لاہوری صاحب مرزا بشیر الدین محمود کے ہاتھ بیعت کرنے اور انہیں خلیفہ تسلیم کرنے سے انکار کر کے قادیان سے لاہور چلے آتے ہیں اور یہاں اپنی الگ جماعت کی داغ بیل ڈالتے ہیں۔ ۱۴ر مارچ ۱۹۱۴ء کو مرزا بشیر احمدین خلیفہ دوم مقرر کیے گئے اور ۲۲ر مارچ ۱۹۱۴ء کو اس فیصلے سے اختلاف کرنے والی جماعت لاہور کا پہلا جلسہ ہوا۔ اس جلسہ میں جو قرارداد منظور کی گئی وہ یہ تھی:۔

''صاحبزادہ صاحب (مرزا بشیر الدین) کے انتخاب کو اس حد تک ہم جائز سمجھتے ہیں کہ وہ غیر احمدیوں سے احمدؑ کے نام پر بیعت لیں، یعنی اپنے سلسلۂ احمدیہ میں ان کو داخل کریں۔ لیکن احمدیوں سے دوبارہ بیعت لینے کی ہم ضرورت نہیں سمجھتے ۔اس حیثیت میں ہم انہیں امیر تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن اس کے لئے بیعت کی ضرورت نہ ہوگی اور نہ ہی امیر اس بات کا مجاز ہوگا کہ جو حقوق واختیارات صدر انجمن احمدیہ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دیے ہیں اور اس کو اپنا جانشین قرار دیا ہے، اس میں کسی قسم کی دست اندازی کرے۔''

(ضمیمہ پیغام صلح ۲۳ر مارچ ۱۹۱۴ء بحوالہ فرقان قادیان جنوری ۱۹۴۲ء صفحہ ۷)

اس قرارداد سے واضح ہے کہ لاہوری جماعت کو اس وقت نہ جماعت قادیان کے عقائد پر اعتراض تھا اور نہ وہ مرزا بشیر الدین کو خلافت کیلئے نا اہل قرار دیتے تھے، جھگڑا تھا تو اس بات پر تھا کہ تمام اختیارات انجمن احمدیہ کو دیے جائیں نہ کہ خلیفہ کو، لیکن جب مرزا بشیر الدین محمود نے اس تجویز کو منظور نہ کیا تو محمد علی لاہوری نے لکھا:

''خلافت کا سلسلہ صرف چندروز ہوتا ہے تو کس طرح تسلیم کر لیا جائے کہ اگر ایک شخص کی بیعت کر لی تو اب آئندہ بھی کرتے جاؤ۔''

(پیغام صلح ۲ر اپریل ۱۹۱۴ء، منقول از فرقان حوالہ بالا صفحہ ۷)

یہ تھا قادیانی اور لاہوری جماعتوں کا اصل اختلاف جس کی بنا پر یہ دونوں پارٹیاں الگ ہوئیں۔ اس سیاسی اختلاف کی بنا پر جب قادیانی جماعت نے لاہوری جماعت پر عرصۂ حیات تنگ

کر دیا تو لاہوری گروپ مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے پر مجبور ہوا۔

چنانچہ جب جماعت ربوہ نے اپنا الگ مرکز قائم کیا تو پھر اپنی علیحدگی کو خوبصورت بنانے کی تدبیر یہ کی کہ قادیانی جماعت سے الگ اور پھر مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کی غرض سے اس جماعت نے اپنے سابقہ عقائد اور تحریروں سے رجوع اور توبہ کا اعلان کئے بغیر یہ کہنا شروع کر دیا کہ ہم مرزا غلام احمد کو نبی نہیں بلکہ مسیح موعود، مہدی اور مجدد مانتے ہیں۔

قادیانی اور لاہوری جماعتوں میں کوئی فرق نہیں

لیکن اگر لاہوری جماعت کے ان عقائد کو بھی دیکھا جائے جن کا اعلان انہوں نے ۱۹۱۴ء کے بعد کیا ہے۔ تب بھی یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ان کا موقف محض ایک لفظی ہیر پھیر ہے اور حقیقت کے اعتبار سے ان کے اور قادیانی جماعت کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ جس طرح وہ مرزا غلام احمد کے الہام کو حجت اور واجب الاتباع مانتے ہیں، اسی طرح یہ بھی اسے حجت اور واجب الاتباع کہتے ہیں۔ جس طرح وہ مرزا صاحب کی تمام تحریرات کی تصدیق کرتے ہیں اسی طرح یہ بھی انہیں مذہبی دستاویز کی حیثیت دیتے ہیں۔ جس طرح وہ مرزا صاحب کے مخالفین کو کافر سمجھتے ہیں اسی طرح یہ بھی مرزا صاحب کو کافر اور جھوٹا قرار دینے والوں کے کفر کے قائل ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ قادیانی جماعت مرزا صاحب کے لئے نبی کا لفظ استعمال کرنے کو علی الاعلان جائز سمجھتی ہے اور لاہوری جماعت مرزا صاحب کیلئے اس لفظ کے استعمال کو صرف لغوی یا مجازی حیثیت میں جائز قرار دیتی ہے۔

اس حقیقت کی تشریح اس طرح ہوگی کہ لاہوری جماعت جن بنیادی عقیدوں میں اپنے آپ کو قادیانی جماعت سے ممتاز قرار دیتی ہے، وہ دو عقیدے ہیں۔

نمبر ۱: مرزا غلام احمد کے لئے نبی کا استعمال۔

نمبر ۲: غیر احمدیوں کو کافر کہنا۔

لاہوری جماعت کا دعویٰ ہے کہ وہ مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتی بلکہ صرف مجدد مانتی ہے اور

اب دیکھو کہ یہاں بھی نبوت کو ختم کیا ہے۔ لیکن ایک قسم کی نبوت باقی بتائی ہے اور وہ وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور اسی کتاب کے صفحہ ۱۸۲ پر یہ بھی صاف لکھ دیا ہے کہ وہ نبوت جس کو ظلی نبوت یا نبوت محمدیہ قرار دیتے ہیں وہ وہی مبشرات والی نبوت ہے۔"

(النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۱۸۳ مصنفہ لاہوری)

آگے مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارتوں کی تشریح کرتے ہوئے اور انہیں درست قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"در حقیقت جو کچھ کہا ہے (یعنی مرزا غلام احمد صاحب نے جو کچھ کہا ہے) گو اسکے الفاظ میں تھوڑا تھوڑا تغیر ہو مگر مطلب سب کا ایک ہی ہے۔ یعنی یہ کہ اول فرمایا کہ صاحب خاتم ہونے کے معنی یہ ہیں کہ بجز اس کی مہر کے کوئی شخص کوئی فیض نہیں پا سکتا۔ پھر فرمایا کہ صاحب خاتم ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس کی مہر سے ایک ایسی نبوت بھی مل سکتی ہے جس کے لئے امتی ہونا لازمی ہے۔ اب امتی ہونے کے معنی یہی ہیں کہ کامل اطاعت آنحضرت ﷺ کی کی جائے اور اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں فنا کر دیا جائے تب آپ کے فیض سے ایک قسم کی نبوت بھی مل سکتی ہے، وہ نبوت کیا ہے؟ اس کو آخر میں جا کر صاف حل کر دیا ہے کہ وہ ایک قسم کی نبوت ہے جس کے معنی ہیں فیض محمدی سے وحی پانا" اور یہ بھی فرمایا کہ وہ قیامت تک باقی رہے گی۔"

(النبوۃ فی الاسلام از محمد علی لاہوری صاحب صفحہ ۱۵۰)

محمد علی لاہوری صاحب کی ان عبارتوں کو اہل قادیان اور اہل ربوہ کے ان عقائد سے ملا کر دیکھئے جو پیچھے بیان ہو چکے ہیں کیا کہیں کوئی فرق نظر آتا ہے؟ لیکن آگے فرق ظاہر کرنے کے لئے لفظوں کا ہیر پھیر بھی ملاحظہ فرمائیں

بصراحت سے بالکل الٹ ہے۔ اس حقیقی نبی کے لئے انہوں نے بہت سی شرائط لازمی کی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

۱۔ حقیقی نبی صرف وہ ہو سکتا ہے جس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آتے ہوں اور جبرئیل کے بغیر کوئی حقیقی نبی نہیں ہو سکتا۔

(النبوۃ فی الاسلام از محمد علی لاہوری صفحہ ۳۹)

۲۔ حقیقی نبوت کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ سابقہ شریعت کو منسوخ یا اس میں ترمیم کرے۔ (النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۷۲)

۳۔ حقیقی نبی کی وحی عبادات میں پڑھی جاتی ہے۔ (النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۷۰)

۴۔ ہر حقیقی نبی کے لئے ضروری ہے کہ وہ کتاب لائے۔ (النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۹۰)

حقیقی نبوت کی اس طرح بہت سی شرائط مقرر کرنے کے بعد انہوں نے ثابت کیا ہے کہ چونکہ یہ شرائط مرزا صاحب میں نہیں پائی جاتیں اس لئے ان پر حقیقی معنی میں لفظ نبی کا اطلاق درست نہیں۔

اب ظاہر ہے کہ شریعت کی معروف اصطلاح میں نبی کے لئے نہ کتاب لانا ضروری ہے نہ یہ ضروری ہے کہ اس کی وحی عبادات میں ضرور پڑھی جائے نہ یہ لازمی ہے کہ وہ اپنے سے پہلی شریعت کو ہمیشہ منسوخ ہی کرے۔ اور نہ نبوت کی تعریف میں یہ بات داخل ہے کہ اس پر وحی لانے والے ہمیشہ جبرئیل علیہ السلام ہی ہوں۔ لہٰذا "حقیقی نبوۃ" صرف اسی نبوت کو قرار دینا جس میں یہ ساری شرائط موجود ہوں محض ایک ایسا حیلہ ہے جس کے ذریعے بھی مرزا صاحب کو نبی قرار دینا اور پھر بھی ان کی نبوت سے انکار کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ شرائط مقرر کرنے کے بعد بہت سے انبیاء بنی اسرائیل کے بارے میں بھی یہی کہا جا سکتا ہے کہ وہ "حقیقی نبی" نہیں تھے کیونکہ نہ ان پر کتاب اتری نہ ان کی وحی کی تلاوت ہوتی تھی اور وہ موسوی شریعت کے تابع انبیاء تھے۔

تکفیر کا مسئلہ

لاہوری جماعت جس بنیاد پر اپنے آپ کو اہل قادیان سے ممتاز قرار دیتی ہے، وہ اصل میں تو نبوت ہی کا مسئلہ ہے جس کے بارے میں پیچھے واضح ہو چکا کہ وہ صرف لفظی ہیر پھیر کا فرق ہے، ورنہ حقیقت کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں۔ دوسرا مسئلہ جس کے بارے میں جماعت لاہور کا دعویٰ ہے کہ وہ جماعت قادیان سے مختلف ہے، تکفیر کا مسئلہ ہے۔ یعنی لاہوریوں کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ غیر احمدیوں کو مسلمان قرار دیتی ہے، لیکن یہاں بھی بات اتنی سادہ نہیں جتنی بیان کی جاتی ہے۔ اس مسئلہ پر امیر جماعت محمد علی لاہوری صاحب نے ایک مستقل کتاب "رد تکفیر اہل قبلہ" کے نام سے لکھی ہے۔ اس کتاب کو بغور پڑھنے کے بعد ان کا جو نقطۂ نظر واضح ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد کو مسیح موعود نہ ماننے والوں کی دو قسمیں ہیں:-

۱۔ وہ لوگ جو مرزا غلام احمد کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرتے مگر انہیں کافر اور کاذب بھی نہیں کہتے۔ ایسے لوگ ان کے نزدیک بلا شبہ کافر نہیں ہیں بلکہ فاسق ہیں۔

(النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۲۱۵)

۲۔ وہ لوگ جو مرزا غلام احمد کو کافر یا کاذب کہتے ہیں ان کے بارے میں ان کا مسلک بھی یہی ہے کہ وہ "کافر" ہیں۔ چنانچہ محمد علی صاحب لکھتے ہیں:

"گویا آپ (یعنی مرزا غلام احمد) کی تکفیر کرنے والے اور وہ منکر جو آپ کو کاذب یعنی جھوٹا بھی قرار دیتے ہیں، ایک قسم میں داخل ہیں اور ان کا حکم ایک ہے اور دوسرے منکروں کا الگ ہے۔"

آگے پہلی قسم کا حکم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود نے اب بھی اپنے انکار یا اپنے دعوے کے انکار کو وجہ کفر قرار نہیں دیا۔ بلکہ وجہ کفر صرف اسی بات کو قرار دیا ہے کہ مفتری کہہ کر اس نے مجھے

مرزائی نبوّت کی جھلکیاں

ایک نظر میں

ہم نے اپنی قرارداد میں کہا ہے کہ
''مرزا کے نبی ہونے کا اس کا جھوٹا
اعلان بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے
کی کوششیں اسلام کے بڑے بڑے
احکام کے خلاف غداری تھیں۔''

آئندہ صفحات میں اس کی تشریح پیش کی جا رہی ہے

۱۲۔ قرآن کریم نے بیان کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی بشارت دیتے ہوئے فرمایا تھا:

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِىْ مِنْ بَعْدِى اسْمُهٗ اَحْمَدُ

''اور میں ایک رسول کی خوشخبری دینے کے لئے آیا ہوں جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمد ہوگا۔''

مرزا غلام احمد نے انتہائی جسارت اور ڈھٹائی سے دعویٰ کیا کہ اس آیت میں میرے آنے کی پیشگوئی کی گئی ہے اور احمد سے مراد میں ہوں۔

(ازالہ اوہام طبع اول صفحہ ۶۷۳ طبع دوم صفحہ ۱۷۵ مطبوعہ کاشی رام پور پریس لاہور ۱۳۰۸ھ) خزائن، ج ۳ ص ۴۶۳)

چنانچہ مرزائی صاحبان اسی پر ایمان رکھتے ہیں کہ اس آیت میں احمد سے مراد آنحضرت ﷺ کے بجائے (معاذ اللہ ثم معاذ اللہ) مرزا غلام احمد ہے۔ قادیانیوں کے خلیفہ دوم مرزا بشیر الدین نے اس بات کو ثابت کرنے کے لئے ۲۷ دسمبر ۱۹۱۵ء کو ایک مستقل تقریر کی جو ''انوار خلافت'' میں ان کی نظر ثانی کے بعد چھپی ہے۔ اسکے آغاز میں وہ کہتے ہیں:

''پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود کا نام احمد تھا۔ یا آنحضرت ﷺ کا، اور کیا سورۂ صف کی آیت جس میں ایک رسول جس کا نام احمد ہوگا بشارت دی گئی ہے، آنحضرت ﷺ کے متعلق ہے۔ یا حضرت مسیح موعود کے متعلق؟ میرا عقیدہ یہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں۔ لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم ﷺ کا ہے اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ ﷺ کی ہتک ہے۔ لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے، وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (یعنی مرزا غلام احمد) کے متعلق ہی ہے۔''

(انوار خلافت صفحہ ۱۸ مطبوعہ امرتسر ۱۹۱۶ء)

یہ شرمناک، فتنہ انگیز تحریر، اور ناپاک جسارت اس حد تک بڑھ گئی کہ ایک قادیانی مبلغ میاں زین العابدین ولی اللہ شاہ نے "اسمہ احمد" کے عنوان سے ۱۹۳۶ء کے جلسہ سالانہ قادیان میں ایک مفصل تقریر کی جو الگ شائع ہو چکی ہے۔ اس میں اس نے صرف یہی دعویٰ نہیں کیا کہ مذکورہ آیت میں احمد سے مراد آنحضرت ﷺ کے بجائے مرزا غلام احمد ہے۔ بلکہ یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی کہ سورہ صف میں صحابہ کرامؓ کو فتح و نصرت کی جتنی بشارتیں دی گئی ہیں وہ سب مرزا کے چیلے قادیانی جماعت کے لئے ہیں۔ چنانچہ اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے وہ کہتا ہے

"تمہیں یاد رکھنا (۱) چاہئے کہ یہ وہ فتح ہے جس کی صحابہؓ تمنا کرتے رہے مگر وہ
اسے حاصل نہ کر سکے اور آپ کو دی گئی ہے۔"

(اسمہ احمد صفحہ ۷۲ مطبوعہ قادیان ۱۹۳۶ء)

غور فرمائیے کہ سرکار دو عالم ﷺ اور آپ کے اصحاب کرام کی یہ توہین اور قرآن کریم کی آیات کے ساتھ یہ گھناؤنا مذاق مسلمانوں جیسے نام رکھنے کے بغیر ممکن تھا؟

مرزائی وحی قرآن کے برابر

پھر یہ جسارت یہیں پر ختم نہیں ہوئی، بلکہ مرزا غلام احمد صاحب نے یہ بھی دعویٰ کیا کہ اس پر نازل ہونے والی نام نہاد وحی (جس میں انتہائی درجے کی غربیت اور بیزاری بھی موجود ہیں) ٹھیک قرآن کے برابر ہے۔ چنانچہ اپنے ایک فارسی قصیدے میں وہ کہتا ہے:

آنچہ من بشنوم ز وحی خدا — بخدا پاک دانمش ز خطا
ہمچو قرآں منزہ اش دانم — از خطاہا ہمیں ست ایمانم

(نزول المسیح صفحہ ۹۹ طبع اول قادیان ۱۹۰۹ء، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷)

"یعنی خدا کی جو وحی میں سنتا ہوں خدا کی قسم میں اسے ہر غلطی سے پاک سمجھتا

(۱) آیت قرآنی: واخری تحبونها نصر من الله وفتح قریب (الصف ۱۳)

ہوں۔قرآن کی طرح اُسے تمام غلطیوں سے پاک یقین کرتا ہوں ، یہی میرا ایمان ہے۔"

مرزا غلام احمد نے یہ بھی دعویٰ کیا قرآن کی طرح میری وحی بھی حدِ اعجاز کو پہنچی ہوئی ہے اور اس کی تائید میں انھوں نے ایک پورا قصیدۂ اعجازیہ تصنیف کیا ہے جو اُن کی کتاب "اعجاز احمدی" میں شائع ہو گیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی توہین

اس کے علاوہ پوری امت مسلمہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانے اور ان کی تعظیم و تقدیس کو جزو ایمان سمجھتی ہے سرکار دو عالم محمد مصطفیٰ ﷺ بغیر کسی ادنیٰ شبہ کے تمام انبیاء سے افضل تھے لیکن کبھی آپ نے کسی دوسرے نبی کے بارے میں کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں فرمایا جو اُنکے شایانِ شان نہ ہو، لیکن مرزا غلام احمد قادیانی انسانی پستیوں کے تحت الثریٰ میں کھڑے ہو کر بھی انبیاء علیہم السلام کی شان میں گستاخیاں کرتے رہے۔اس کا نمونہ ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ "یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔"

(کشتی نوح حاشیہ صفحہ ۱۲۰ مطبوعہ ربوہ ۱۹۵۷ء) ﴿ر، خ، ج ۱۹ ص ۷۱﴾

۲۔ "مجھے کئی سال سے ذیابیطس کی بیماری ہے۔پندرہ بیس مرتبہ روز پیشاب آتا ہے اور بعض وقت سو سو دفعہ ایک ایک دن میں پیشاب آیا ہے......ایک دفعہ مجھے ایک دوست نے یہ صلاح دی کہ ذیابیطس کیلئے افیون مفید ہوتی ہے۔پس علاج کی غرض سے مضائقہ نہیں کہ افیون شروع کر دی جائے۔میں نے جواب دیا کہ......اگر میں ذیابیطس کیلئے افیون کھانے کی عادت کرلوں۔تو میں ڈرتا ہوں

کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا اور دوسرا افیونی۔"

(نسیم دعوت صفحہ ۶۹ مطبوعہ قادیان ۱۹۳۲ء) [خزائن ج ۱۹ ص ۴۳۴، ۴۳۵]

۳۔ مرزا غلام احمد ایک نظم میں کہتے ہیں:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو — اس سے بہتر غلام احمد ہے

اور اس کے بعد لکھتے ہیں:

"یہ باتیں شاعرانہ نہیں بلکہ واقعی ہیں اور اگر تجربہ کی رو سے خدا کی تائید مسیح ابن مریم سے بڑھ کر میرے ساتھ نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں۔"

(دافع البلاء صفحہ ۲۰ طبع سوم قادیان ۱۹۴۶ء) [خزائن ج ۱۸ ص ۲۴۰]

۴۔ ازالہ اوہام میں مرزا صاحب نے اپنی ایک فارسی نظم لکھی ہے اس میں وہ کہتے ہیں کہ:

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم — عیسیٰ کجاست تا بنہد پا بمنبرم

(ازالہ اوہام طبع اول صفحہ ۱۵۸ طبع ۱۸۹۱ء مطبوعہ کاشی رام پریس ۱۳۰۸ھ)
[خزائن ج ۳ ص ۱۸۰]

یعنی! "یہ میں ہوں جو بشارتوں کے مطابق آیا ہوں۔ عیسیٰ کی مجال کہاں کہ وہ میرے منبر پر پاؤں رکھ سکیں۔"

۵۔ "خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا، جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور اس نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا۔"

(دافع البلاء صفحہ ۱۳ طبع قادیان ۱۹۴۶ء) [خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۳، رخ ج ۲۲ ص ۱۵۲]

۶۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر مسیح ابن مریم میرے زمانہ میں ہوتا تو وہ کام جو میں کر سکتا ہوں وہ ہرگز نہ کر سکتا اور وہ نشان جو مجھ سے ظاہر ہو رہے ہیں وہ ہرگز دکھلا نہ سکتا۔"

(حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۴۸ طبع قادیان ۱۹۰۷ء) [رخ ج ۲۲ ص ۱۵۲]

۷۔ مسیح کی راستبازی اپنے زمانہ میں دُوسرے راستبازوں سے بڑھکر ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ یحییٰ نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سُنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اُس کے سر پر عطر ملا تھا۔ یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اُس کے بدن کو چھوا تھا۔ یا کوئی بے تعلق جوان عورت اُس کی خدمت کرتی تھی۔[1] اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحییٰ کا نام حصور (باعفت) رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اِس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔"

(مقدمہ دافع البلاء، خزائن، ج ۱۸ ص ۲۲۰)

۸۔ نیز تمام انبیاء علیہم السلام پر اپنی فضیلت ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہزارہا میری ایسی کھلی کھلی پیشگوئیاں ہیں جو نہایت صفائی سے پوری ہو گئیں جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں۔ ان کی نظیر اگر گذشتہ

(۱) ناانصافی ہوگی اگر یہاں خود مرزا صاحب کی "راستبازانہ" سیرت سے دو ایک واقعے ذکر نہ کئے جائیں۔ مرزا صاحب کے مرید خاص مفتی محمد صادق صاحب مرزا صاحب کے "غض بصر" یعنی نگاہیں نیچی رکھنے کے بیان میں لکھتے ہیں
حضرت مسیح موعود کے اندرون خانہ ایک نیم دیوانی سی عورت بطور خادمہ کے رہا کرتی تھی ایک دفعہ اس نے کیا حرکت کی کہ جس کمرہ میں حضرت بیٹھ کر لکھنے پڑھنے کا کام کرتے تھے وہاں ایک کونے میں گھڑا تھا جس کے پانی کے گھڑے رکھے تھے۔ وہاں اپنے کپڑے اتار کر اور ننگی بیٹھ کر نہانے لگ گئی حضرت صاحب اپنے کام تحریر میں معروف رہے اور کچھ خیال نہ کیا کہ وہ کیا کرتی ہے۔" (ذکر حبیب مؤلفہ مفتی محمد صادق صفحہ ۳۸ قادیان ۱۹۳۶ء)
نیز ایک نوجوان عورت عائشہ نامی مرزا صاحب کے پاؤں دبایا کرتی تھی اسکے شوہر غلام محمد لکھتے ہیں "حضور کو میری خدمت پاؤں دبانے کی بہت پسند تھی" (الفضل ۲۰ مارچ ۱۹۲۸ء صفحہ ۸)
اسکے علاوہ جو اجنبی عورتیں مرزا صاحب کے گھر میں رہتی تھیں اور انکی مختلف خدمت پر مامور تھیں ان کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو سیرت المہدی از مرزا بشیر احمد ایم۔ اے صفحہ ۲۱۰ ج ۳، ۲۱۳ ج ۳، ۲۷۳ ج ۳، ۸۸ ج ۳، ۱۲۶ ج ۳، ۲۵ ج ۳، ۳۰ ج ۳، ۲۵۹ ج ۱) جبکہ عوام کیلئے فتویٰ یہ تھا کہ بوڑھی عورت سے بھی مصافحہ کرنا جائز نہیں۔" (ایضاً صفحہ ۶ ج ۳ مطبوعہ ۱۹۴۰ء)
اور مفتی محمد صادق صاحب لکھتے ہیں: "ایک شب دس بجے کے قریب میں تھیٹر میں چلا گیا جو مکان کے قریب ہی تھا حضرت صاحب نے فرمایا ایک دفعہ ہم بھی گئے تھے تاکہ معلوم ہو کہ وہاں کیا ہوتا ہے۔" (ذکر حبیب صفحہ ۱۸)

آگے کہتے ہیں:

"حضرت مسیح موعود نے اس کے متعلق بڑا زور دیا ہے اور فرمایا ہے کہ جو بار بار یہاں نہیں آتے مجھے ان کے ایمان کا خطرہ ہے۔ پس جو قادیان سے تعلق نہیں رکھے گا وہ کاٹا جائیگا۔ تم ڈرو کہ تم میں سے کوئی کاٹا جائے، پھر یہ تازہ دودھ کب تک رہے گا، آخر ماؤں کا دودھ سوکھ جایا کرتا ہے کیا مکہ اور مدینہ کی چھاتیوں سے یہ دودھ سوکھ گیا کہ نہیں۔" (حقیقۃ الرؤیا صفحہ ۴۵، ۴۶ مطبوعہ ۱۳۳۹ھ)

"آج جلسہ کا دن ہے اور ہمارا جلسہ بھی حج کی طرح ہے......حج کا مقام ایسے لوگوں کے قبضہ میں ہے، جو احمدیوں کو قتل کر دینا بھی جائز سمجھتے ہیں، اسلئے خدا تعالیٰ نے قادیان کو اس کام کے لئے مقرر کیا ہے۔"

(برکات خلافت صفحہ ۵ طبع قادیان ۱۹۱۴ء)

اور مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں: ع

زمین قادیاں اب محترم ہے ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(درثمین صفحہ ۵۲)

اسلام اور مسلمانوں کی مکرم ترین شخصیات انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرامؓ اور اہل بیت عظامؓ کی شان میں ایسی کھلم کھلا گستاخیوں کے بعد مرزا غلام احمد جیسے شخص کو، نبی، رسول، اللہ کا بروز، خاتم انبیاء اور محمد مصطفیٰ ﷺ، جیسے خطابات دیئے گئے، اس کے مریدوں کو صحابۂ کرام کہا گیا اور ان کے ساتھ رضی اللہ عنہم لکھا گیا۔ مرزا غلام احمد کی بیوی اُم المومنین قرار دی گئی، مرزا کے جانشینوں کو خلفاء اور صدیقین کے لقب عطا ہوئے قادیان ارض حرم اور "ام القریٰ" کہلایا اور اسلام ہے تو صرف قادیانیوں کے مذہب میں۔

تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

مرزا صاحب کے چند الہامات

معزز ارکان اسمبلی کی معلومات اور دلچسپی کیلئے مرزا صاحب کے چند خاص الہامات اور ان کی زندگی کے چند اہم گوشے پیش کرتے ہیں تا کہ وہ یہ اندازہ کر سکیں کہ مرزائی صاحبان جس شخص کو نبی اور رسول کہتے ہیں وہ کیا تھا؟ اور عقیدہ ختم نبوت سے قطع نظر، اس مزاج اور انداز کے انسان میں کہیں دور دور "نبوت" کے مقدس منصب کی کوئی بو نظر آتی ہے؟ پہلے الہامات کو لیجئے جو بلا تبصرہ حاضر ہیں:

"زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض الہامات مجھے اُن زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔"

(نزول المسیح صفحہ ۵۷ مصنفہ مرزا صاحب) (رخ، ج ۱۸ ص ۴۳۵)

حالانکہ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ

(ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اپنی ہی قوم کی زبان میں تا کہ انہیں کھول کر بتائے)

اسی طرح خود مرزا صاحب نے بھی چشمہ معرفت صفحہ ۲۰۹ میں تحریر کیا ہے:

"بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے اور ایسے الہام سے فائدہ کیا ہوا جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہے۔"

(رخ ج ۲۳ ص ۲۱۸)

اب مرزا صاحب کے ایسے الہامات اور مکاشفات ملاحظہ فرمائیے قرآن حکیم اور اپنے فیصلے کے خلاف مرزا صاحب کو ان زبانوں میں بھی الہامات ہوئے ہیں جنکو وہ خود بھی نہیں سمجھ سکتے۔ ہم بطور نمونہ مرزا صاحب کے چند الہام درج ذیل کرتے ہیں:

مرزا صاحب کی پیشگوئیاں

مرزا غلام احمد قادیانی صاحب قادیانی تحریر کرتے ہیں کہ

"ہر خیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کیلئے ہماری پیشگوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہو سکتا۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۸۸ طبع لاہور) (روحانی خزائن ج۵ ص۲۸۸)

اب ہم یہاں مرزا غلام احمد صاحب کی صرف دو پیشگوئیاں بطور نمونہ آپ کے سامنے رکھتے ہیں جنہیں پورا کرنے کیلئے جناب مرزا صاحب نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، جیسے حوالے کئے تو کے استعمال کیے اور یہاں تک کہ رشوت تک دینے کی بھی پیشکش کی مگر وہ پوری نہ ہو سکیں۔

محمدی بیگم سے نکاح

مرزا صاحب کی چچا زاد بہن کی ایک لڑکی تھی جس کا نام محمدی بیگم تھا۔ والد اس لڑکی کا اپنے کسی ضروری کام کے لئے مرزا صاحب کے پاس آیا۔ پہلے تو مرزا صاحب نے شخص مذکور کو حیلوں بہانوں سے ٹالنے کی کوشش کی مگر جب وہ کسی طرح بھی نہ ٹلا اور اس کا اصرار بڑھا تو مرزا صاحب نے اپنی مراد کا نام لیکر ایک عمدہ پیشگوئی کر دی کہ "خدا تعالیٰ کی طرف سے مجھ کو الہام ہوا ہے کہ تمہارا یہ کام اس شرط پر ہو سکتا ہے کہ اپنی بڑی لڑکی کا نکاح مجھ سے کر دو۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۸۳ طبع لاہور) (روحانی خزائن ج۵ ص۲۸۳)

وہ شخص غیرت کا پتلا تھا۔ یہ بات سن کر واپس چلا گیا۔ مرزا صاحب نے بعد ازاں ہر چند کوشش کی نرمی، سختی، دھمکیاں، لالچ، غرض ہر طریقہ کو استعمال کیا مگر وہ شخص کسی طرح بھی رام نہ ہو سکا آخر نوبت یہاں تک پہنچی کہ مرزا صاحب نے چیلنج کر دیا کہ

"میں اس پیشگوئی کو اپنے صدق و کذب کیلئے معیار قرار دیتا ہوں اور یہ خدا سے خبر پانے کے بعد کہہ رہا ہوں۔"

(ملاحظہ ہو اشتہار ۱۰ جولائی صفحہ ۱۵۸ طبع لاہور) (مجموعہ اشتہارات ج۱ ص۱۵۸)

اور فرمایا کہ:

"ہر ایک روک دور کرنے کے بعد (اس لڑکی کو خدا تعالیٰ) انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لادے گا۔"

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۸۱) (روحانی خزائن ج ۵ ص ۲۸۶)

آخر کار مرزا صاحب کی ہزار کوششوں کے باوجود محمدی بیگم کا نکاح اُن سے نہ ہو سکا اور سلطان محمد نامی ایک صاحب سے انکی شادی ہوگئی۔ اس موقعہ پر مرزا صاحب نے پھر پیشگوئی کی کہ:

"نفس پیشگوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔"

آگے اپنا الہام ان الفاظ میں بیان کیا:

"میں اس عورت کو اس کے نکاح کے بعد واپس لاؤں گا اور تجھے دوں گا اور میری تقدیر کبھی نہیں بدلیگی۔" (مجموعہ اشتہارات صفحہ ۴۳ جلد ۲ طبع ربوہ ۱۹۷۲ء)

اور ایک موقعہ پر یہ دعا کی کہ:

"اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا، یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے ہیں تو ان کو ایسے طور سے ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو..... اور اگر اے خداوند! یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔"

(مجموعہ اشتہارات صفحہ ۱۱۶ ج ۲ طبع ربوہ ۱۹۷۲ء)

لیکن محمدی بیگم بدستور اپنے شوہر کے گھر میں رہیں اور مرزا صاحب کے نکاح میں نہ آنا تھا نہ آئیں اور مرزا صاحب ۲۶ رمئی ۱۹۰۸ء کو ہیضہ کے مرض میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئے۔

(حیات ناصر صفحہ ۱۴)

اسکے بعد کیا ہوا؟ مرزا صاحب کے منجھلے صاحبزادے مرزا بشیر احمد ایم۔ اے رقمطراز ہیں:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ سنوری نے کہ ایک دفعہ حضرت (مرزا) صاحب جالندھر جا کر قریباً ایک ماہ ٹھہرے تھے اور ان دنوں میں محمدی بیگم کے ایک حقیقی ماموں نے محمدی بیگم کا حضرت صاحب سے رشتہ کرا دینے کی کوشش کی تھی مگر کامیاب نہیں ہوا ۔ یہ ان دنوں کی بات ہے کہ جب محمدی بیگم کا والد مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری زندہ تھا اور ابھی محمدی بیگم کا مرزا سلطان محمد سے رشتہ نہیں ہوا تھا ۔ محمدی بیگم کا یہ ماموں جالندھر اور ہوشیار پور کے درمیان یکے (تانگے) میں آیا جایا کرتا تھا اور وہ حضرت صاحب (مرزا ۔ مؤلف) سے کچھ انعام کا بھی خواہاں تھا اور چونکہ محمدی بیگم کے نکاح کا عقدہ زیادہ تر اسی شخص کے ہاتھ میں تھا ۔ اسلئے حضرت صاحب نے اس سے کچھ انعام کا وعدہ بھی کر لیا تھا ۔ خاکسار عرض کرتا ہے کہ یہ شخص اس معاملہ میں بدنیت تھا اور حضرت صاحب سے فقط کچھ روپیہ اڑانا چاہتا تھا ، کیونکہ بعد میں یہی شخص اور اسکے دوسرے ساتھی اس لڑکی کے دوسری جگہ بیاہے جانے کا موجب ہوئے ۔"

(سیرت المہدی حصہ اول طبع دوم صفحہ ۱۹۲، ۱۹۳)

حالانکہ جناب مرزا صاحب خود تحریر کرتے ہیں کہ:

"ہم ایسے مرشد کو اور ساتھ ہی ایسے مرید کو کتوں سے بھی بدتر اور نہایت ناپاک زندگی والا خیال کرتے ہیں کہ جو اپنے گھر سے پیشگوئیاں بنا کر پھر اپنے ہاتھ سے اپنے مکر سے ، اپنے فریب سے ان کے پوری ہونے کی کوشش کرے اور کراوے ۔" (سراج منیر صفحہ ۲۳ طبع قادیان) ﴿ر خ ، ج ۱۲ ص ۲۷﴾

اور محمدی بیگم اپنے خاوند مرزا سلطان محمد کے گھر تقریباً چالیس سال بخیر و خوبی آباد رہیں اور اب لاہور میں اپنے ہونہار جوان سال مسلمان بیٹوں کے ہاں ۱۹ رنومبر ۱۹۶۶ء کو انتقال فرما گئیں ۔

انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ (ہفت وار الاعتصام لاہور اشاعت ۲۵ رنومبر ۱۹۶۶ء)

آتھم کی موت کی پیشگوئی

مرزا صاحب نے عبداللہ آتھم پادری سے امرتسر میں پندرہ دن تحریری مناظرہ کیا۔ جب مباحثہ بے نتیجہ رہا تو مرزا صاحب نے ۵ جون ۱۸۹۳ء کو ایک پیشگوئی صادر فرمائی جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

"مباحثہ کے دنوں کے لحاظ سے ایک ماہ مقرر ہوگا۔ یعنی پندرہ ماہ میں فریق مخالف ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ اگر یہ پیشگوئی غلط نکلی تو ہر ایک سزا اٹھانے کو تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جاوے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے، مجھ کو پھانسی دیا جاوے، ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں۔" (جنگ مقدس ص ۱۸۳، ۱۸۴، مندرجہ روحانی خزائن ج ۶ ص ۔۔۔)

غرض مرزا صاحب کی پیشگوئی کے مطابق عبداللہ آتھم کی موت کا آخری دن ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھا۔ اس دن کی کیفیت مرزا صاحب کے فرزند ارجمند جناب مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کی زبانی ملاحظہ فرمائیے:

قادیان میں ماتم

"آتھم کے متعلق پیشگوئی کے وقت جماعت کی جو حالت تھی وہ ہم سے مخفی نہیں۔ میں اس وقت چھوٹا بچہ تھا اور میری عمر کوئی پانچ سال کی تھی مگر وہ نظارہ خوب یاد ہے کہ جب آتھم کی پیشگوئی کا آخری دن آیا تو کتنے کرب و اضطراب سے دعائیں کی گئیں۔ میں نے تو محرم کا ماتم بھی اتنا سخت کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک طرف دعا میں مشغول تھے اور دوسری طرف بعض نوجوان (جن کی اس حرکت پر بعد میں برا بھی منایا گیا) جہاں حضرت خلیفہ اول مطب کیا کرتے تھے اور آج کل مولوی قطب الدین صاحب بیٹھتے ہیں، وہاں اکٹھے ہو گئے اور جس طرح عورتیں بین ڈالتی ہیں اس طرح انہوں نے

پھینکدیا اور پھر جلدی سے منہ پھیر کر سرعت کے ساتھ واپس لوٹ آئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ جلدی جلدی وہیں چلے آئے اور کسی نے بھی منہ پھیر کر پیچھے کی طرف نہیں دیکھا۔''

(سیرۃ المہدی صفحہ ۱۷۸ حصہ اول طبع دوم)

مگر دشمن ایسا سخت جان نکلا کہ بجائے پانچ کے چھ ستمبر کا سورج بھی غروب ہو گیا مگر وہ نہ مرا اور یہ پیشگوئی بھی جھوٹی نکلی۔

تم ہی کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے؟

انبیاء علیہم السلام کے بارے میں یہ بات طے شدہ ہے کہ وہ دشنام طرازی کبھی نہیں کرتے انہوں نے کبھی گالیوں کے جواب میں بھی گالیاں نہیں دیں۔ اس معیار کے مطابق مرزا صاحب کی مندرجہ ذیل عبارتیں ملاحظہ فرمائیں۔

علماء کو گالیاں

۱۔ اے بدذات فرقہ مولویاں! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے؟ کب وہ وقت آئیگا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے؟ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس! کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔

(انجام آتھم صفحہ ۲۱) ﴿روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۲۱﴾

۲۔ بعض جاہل سجادہ نشین اور فقیری اور مولویت کے شترمرغ۔

(انجام آتھم صفحہ ۸) ﴿روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۳۰۲﴾

۳۔ مگر کیا یہ لوگ قسمیں کھالیں گے؟ ہرگز نہیں کیونکہ یہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔

(ضمیمہ انجام آتھم ۲۵) ﴿روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۳۰۹﴾

۹۔ إنَّ العِدا صارُوا خنازِیر الفلا
وَنِسائُهم مِن دونِهن الأکلُبُ

(نجم الہدیٰ صفحہ ۱۰ مصنفہ مرزا غلام احمد) ﴿ورخ، ج ۱۴ص ۵۳﴾

ترجمہ: میرے دشمن جنگلوں کے سوّر ہو گئے۔ اور اُن کی عورتیں کتیوں سے بڑھ کر ہیں۔

۱۰۔ جو شخص اپنی شرارت سے بار بار کہے گا (کہ پادری آتھم کے زندہ رہنے سے مرزا صاحب کی پیشگوئی غلط اور عیسائیوں کی فتح ہوئی) اور کچھ شرم و حیا کو کام نہیں لائے گا اور بغیر اس کے جو ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب دے سکے انکار اور زبان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جاوے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔

(انوار الاسلام صفحہ ۳۰ مصنفہ مرزا غلام احمد) ﴿ورخ، ج ۹ص ۳۱﴾

یہ شیریں زبانی ملاحظہ فرمایئے اور مرزائیوں سے پوچھیے!

محمدؐ بھی تیرا، جبریلؑ بھی، قرآن بھی تیرا
مگر یہ حرف شیریں ترجماں تیرا ہے یا میرا

لَنْ تَجْتَمِعَ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالَةِ

میری امت گمراہی پر ہرگز جمع نہیں ہوگی

حدیث نبویؐ (ابن ماجہ صفحہ ۲۹۲ ابواب الفتن)

عالم اسلام کا فیصلہ

گذشتہ صفحات میں جو ناقابل انکار دلائل پیش کیے گئے ہیں، ان کی وجہ سے اس بات پر پوری اُمت اسلامیہ کا اجماع ہو چکا ہے کہ مرزائی مذہب کے متبعین کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں۔ ہم اپنی اس یادداشت کے ساتھ علماء کرام کے ان فتاویٰ اور عدالتی مقدمات کے فیصلوں کی مطبوعہ نقول بطور ضمیمہ منسلک کر رہے ہیں جو عالم اسلام کے مختلف مکاتب فکر، مختلف حلقوں اور اداروں نے شائع کیے ہیں۔ لیکن ان کا خلاصہ ذیل میں پیش خدمت ہے۔

فتاویٰ

مرزائیوں کے کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہونے پر عالم اسلام میں جو فتوے دیئے گئے ان کا شمار بھی مشکل ہے۔ تاہم چند اہم مطبوعہ فتاویٰ کا حوالہ درج ذیل ہے۔

﴿۱﴾ رجب ۱۳۲۶ھ (۱۹۰۸ء) میں ایک استفتاء برصغیر کے تمام مکاتب فکر سے کیا گیا تھا جو "فتاویٰ تکفیر قادیان" کے نام سے شائع ہوا تھا۔ اس میں دیوبند، سہارنپور، تھانہ بھون، رائے پور، دہلی، کلکتہ، بنارس، لکھنؤ، آگرہ، مراد آباد، لاہور، امرتسر، لدھیانہ، پشاور، راولپنڈی، ملتان، ہوشیار پور، گورداسپور، جہلم، سیالکوٹ، گوجرانوالہ، گجرات، حیدرآباد دکن، بھوپال اور رامپور کے تمام مکاتب فکر اور دینی مراکز کے علماء نے باتفاق مرزائیوں کو کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔

(ملاحظہ ہو فتاویٰ تکفیر قادیان شائع کردہ کتب خانہ اعزازیہ دیوبند ضلع سہارنپور)

﴿۲﴾ اسی قسم کا ایک فتویٰ ۱۹۲۵ء میں دفتر اہل حدیث امرتسر کی طرف سے "فسخ نکاح مرزائیاں" کے نام سے شائع ہو چکا ہے، اور اس میں برصغیر کے تمام مکاتب فکر کے علماء کے دستخط موجود ہیں۔

﴿۳﴾ مقدمۂ بھاولپور میں جو فتاوی پیش ہوئے ہیں اُن میں برصغیر کے علاوہ بلاد عربیہ کے فتاوی بھی شامل تھے۔

(دیکھیے فتاوی مندرجہ حجت شرعیہ)

﴿۴﴾ ایک فتویٰ "موسسة مكة للطباعة والاعلام" کی طرف سے سعودی عرب میں شائع ہوا ہے جس میں حرمین شریفین، بلاد حجاز وشام کے مختلف مکاتب فکر کے علماء کا فیصلہ درج ہے اسکے چند جملے یہ ہیں:

"لا شك ان الأذنابه من القاديانية واللاهورية كلها كافرون"

(القاديانية في نظر علماء الامة الاسلامية صفحه ۱۱ طبع مكة مكرمة)

ترجمہ: "اس میں شک نہیں کہ مرزا غلام احمد کے تمام متبعین خواہ قادیانی ہوں یا لاہوری سب کافر ہیں۔"

پاکستان کے ۳۳ علماء کا مطالبہ ترمیم

۱۹۵۳ء میں پاکستان کے دستور پر غور کرنے کیلئے تمام کاتب فکر کے مسلمہ نمائندہ علماء کا جو مشہور اجتماع ہوا اس میں ایک ترمیم یہ بھی تھی کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دے کر پنجاب اسمبلی میں ان کے لئے ایک نشست مخصوص کر دی جائے اور دوسرے علاقوں کے قادیانیوں کو بھی اس نشست کے لئے کھڑے ہونے اور ووٹ دینے کا حق دے دیا جائے۔ اس ترمیم کو علماء نے ان الفاظ کے ساتھ پیش کیا ہے:

ترمیم

"یہ ایک نہایت ضروری ترمیم ہے جسے ہم پورے اصرار کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ ملک کے دستور سازوں کے لئے یہ بات کسی طرح موزوں نہیں ہے کہ وہ

اپنے ملک کے حالات اور مخصوص اجتماعی مسائل سے بے پرواہ ہو کر محض اپنے ذاتی نظریات کی بنا پر دستور بنانے لگیں۔ انہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ ملک کے جن علاقوں میں قادیانیوں کی بڑی تعداد مسلمانوں کے ساتھ ملی جلی ہے وہاں اس قادیانی مسئلے نے کس قدر نازک صورت حال پیدا کر دی ہے۔ ان کو پچھلے دور کے بیرونی حکمرانوں کی طرح نہ ہونا چاہیئے جنہوں نے ہندو مسلم مسئلہ کی نزاکت کو اس وقت تک محسوس کر کے ہی نہ دیا جبتک متحدہ ہندوستان کا گوشہ گوشہ دونوں قوموں کے فسادات سے خون آلود نہ ہو گیا۔ جو دستور ساز حضرات خود اس ملک کے رہنے والے ہیں، ان کی یہ غلطی بڑی افسوسناک ہوگی کہ وہ جب تک پاکستان میں قادیانی مسلم تصادم کو آگ کی طرح بھڑکتے ہوئے نہ دیکھ لیں اس وقت تک انہیں اس بات کا یقین نہ آئے کہ یہاں ایک قادیانی مسلم مسئلہ موجود ہے جسے حل کرنے کی شدید ضرورت ہے۔ اس مسئلہ کو جس نے نزاکت کی آخری حد تک پہنچا دیا ہے وہ یہ ہے کہ قادیانی ایک طرف مسلمان بن کر مسلمانوں میں گھستے بھی ہیں اور دوسری طرف عقائد، عبادات اور اجتماعی شیرازہ بندی میں مسلمانوں سے نہ صرف الگ بلکہ ان کے خلاف صف آراء بھی ہیں۔ اور مذہبی طور پر تمام مسلمانوں کو علانیہ کافر قرار دیتے ہیں اس خرابی کا علاج آج بھی یہی ہے اور پہلے بھی یہی تھا (جیسا کہ علامہ اقبال مرحوم نے اب سے بیس برس پہلے فرمایا تھا) کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک اقلیت قرار دے دیا جائے۔"

رابطۂ عالم اسلامی کی قرارداد

مکہ مکرمہ کے مقدس شہر میں جو مرکز اسلام کی حیثیت رکھتا ہے، ربیع الاول ۱۳۹۴ھ مطابق اپریل ۱۹۷۴ء میں پورے عالم اسلام کی دینی تنظیموں کا ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا جس

تین اسلامی ممالک بلکہ مسلم آبادیوں کی ۴۲ تنظیموں کے نمائندے شامل تھے۔ یہ مراکش سے لیکر انڈونیشیا تک کے مسلمانوں کا ایک نمائندہ اجتماع تھا۔ اس میں مرزائیت کے بارے میں جو قرارداد منظور ہوئی وہ مرزائیت کے کفر ہونے پر تازہ ترین اجماع امت کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس قرارداد کا متن حسب ذیل ہے۔

القادیانیة نحلة هدامة تتخذ من اسم الاسلام شعاراً لتسویة أغراضها الخبیثة وأبرز مخالفتها للاسلام ادعاء زعیمها النبوة وتحریف النصوص القرآنیة وابطالهم للجهاد، القادیانیة ربیبة الاستعمار البریطانی ولا تظهر الا فی ظل حمایته تخون القادیانیة قضایا الامة الاسلامیة وتقف موالیة للاستعمار والصهیونیة تتعاون مع القوی الناهضة للاسلام وتتخذ هذه القوی رجهة لتحطیم العقیدة الاسلامیة وتحریفها وذلک بما یأتی.

أ:- انشاء معابد تمولها القوی المعادیة ویتم فیها التضلیل بالکفر القادیانی المنحرف.

ب:- فتح مدارس ومعاهد وملاجی للایتام وفیها جمیعاً تمارس القادیانیة نشاطها التخریبی لحساب القوی المعاویة للاسلام وتقوم القادیانیة بنشر ترجمات محرفة لمعانی القرآن الکریم بمختلف اللغات العامیة ولمقاومة خطرها قرر المؤتمر:

۱۔ تقوم کل هیئة اسلامیة بحصر النشاط القادیانی فی معابدهم ومدارسهم وملاجئهم وکل الامکنة التی یمارسون فیها نشاطهم الهدام فی منطقها وکشف القادیانیین والتعریف بهم للعالم الاسلامی تفادیاً للوقوع فی حبائلهم

۲۔ اعلان کفر هذه الطائفة وخروجها علی الاسلام.

۳۔ عدم التعامل مع القاديانيين او الاحمديين ومقاطعتهم اقتصادياً واجتماعياً وثقافياً وعدم التزوج منهم وعدم دفنهم في مقابر المسلمين ومعاملتهم باعتبارهم كفاراً۔

۴۔ مطالبة الحكومات الاسلامية بمنع كل نشاط لاتباع مرزا غلام احمد مدعي النبوة واعتبارهم اقلية غير مسلمة ويمنعون من تولي الوظائف الحساسة للدولة

۵۔ نشر مصورات لكل التحريفات القاديانية في القرآن الكريم مع حصر الترجمات القاديانية لمعاني القرآن والتنبيه عليها ومنع تداول هذه الترجمات .

ترجمہ قرارداد

قادیانیت ایک باطل فرقہ ہے۔ جو اپنی اغراض خبیثہ کی تکمیل کیلئے اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کی بنیادوں کو ڈھانا چاہتا ہے۔ اسلام کے قطعی اصولوں سے اسکی مخالفت ان باتوں سے واضح ہے۔

الف: اس کے بانی کا دعویٰ نبوت کرنا۔

ب: قرآنی آیات میں تحریف۔

ج: جہاد کے باطل ہونے کا فتویٰ دینا۔

قادیانیت کی داغ بیل برطانوی سامراج نے رکھی اور اسی نے اسے پروان چڑھایا۔ وہ سامراج کی سرپرستی میں سرگرم عمل ہے۔ قادیانی اسلام دشمن قوتوں کا ساتھ دے کر مسلمانوں کے مفادات سے غداری کرتے ہیں اور ان طاقتوں کی مدد سے اسلام کے بنیادی عقائد میں تحریف و تبدیلی اور بیخ کنی کے نئے نئے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ مثلاً۔

باطل ہے۔ اسلئے مدعا علیہ اس اجماعی عقیدۂ امت سے منحرف ہونے کی وجہ سے مرتد سمجھا جائے گا اور اگر ارتداد کے معنی کسی مذہب کے اصولوں سے کلی انحراف کے لئے جاویں تو بھی مدعا علیہ مرزا صاحب کو نبی ماننے سے ایک نئے مذہب کا پیرو سمجھا جائیگا۔ کیونکہ اس صورت میں اس کے لئے قرآن کی تفسیر اور مضمون بھی مرزا صاحب کی وحی ہوگی۔ نہ کہ احادیث و اقوال فقہا جن پر کہ اس وقت تک مذہب اسلام چلا آیا ہے اور جن میں سے بعض کے منکر ہونے کو خود مرزا صاحب نے بھی تسلیم کیا ہے۔

علاوہ ازیں احمدی مذہب میں بعض احکام ایسے ہیں کہ شریعت محمدی پر اضافہ ہیں اور بعض اسکے خلاف ہیں مثلاً چندہ ہواری کا دینا جس کا اوپر ذکر آیا ہے۔ زکوۃ پر ایک زائد ٹیکس ہے۔ اسی طرح غیر احمدی کا جنازہ نہ پڑھنا کسی احمدی کی لڑکی غیر احمدی کو نکاح میں نہ دینا۔ کسی غیر احمدی کے پیچھے نماز نہ پڑھنا شرع محمدی کے خلاف امور ہیں۔

مدعا علیہ کی طرف سے ان امور کی توجیہیں بیان کی گئی ہیں کہ وہ کیوں غیر احمدی کا جنازہ نہیں پڑھتے نیز کیوں ان کو نکاح میں لڑکی نہیں دیتے لیکن یہ توجیہیں اسقدر کافی نہیں کہ یہ امور ان کے پیشواؤں کے احکام میں مندرج ہیں اس لئے وہ ان کے نقطۂ نگاہ سے شریعت کا جزو سمجھے جائیں گے جو کسی صورت میں بھی شرع محمدی کے موافق تصور نہیں ہو سکتے۔ اس کے ساتھ جب یہ دیکھا جاوے کہ وہ تمام غیر احمدیوں کو کافر سمجھتے ہیں تو ان کے مذہب کو مذہب اسلام سے ایک جدا مذہب قرار دینے میں کوئی شک نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں مدعا علیہ کے گواہ مولوی جلال الدین شمس نے اپنے بیان میں مسیلمہ وغیرہ کذاب مدعیان نبوت کے سلسلے میں جو کچھ کہا ہے اس سے یہ پایا جاتا ہے

کہ وہ لوگ ان کے نزدیک دعوی نبوت کاذبہ مرتد ہے اور کاذب مدعی نبوت اور اس کے ماننے والے مرتد سمجھا جاتا ہے۔

مدعیہ کی طرف سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا صاحب کاذب مدعی نبوت ہیں اسلئے مدعا علیہ بھی مرزا صاحب کو نبی تسلیم کرنے سے مرتد قرار دیا جائے گا۔ لہذا ابتدائی تنقیحات جو ۲۴ رنومبر ۱۹۲۶ء کو عدالت منصفی احمد پور شرقیہ سے وضع کی گئی تھیں بحق مدعی ثابت قرار دی جا کر یہ قرار دیا جاتا ہے کہ مدعا علیہ قادیانی عقائد اختیار کرنے کی وجہ سے مرتد ہو چکا ہے لہذا اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح تاریخ ارتداد مدعا علیہ سے فسخ ہو چکا ہے اور اگر مدعا علیہ کے عقائد کو بحث مذکورہ بالا کی روشنی میں دیکھا جاوے تو بھی مدعا علیہ کے ادعا کے مطابق مدعیہ یہ ثابت کرنے میں کامیاب رہی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی امتی نبی نہیں ہو سکتا۔ اور کہ اس کے علاوہ جو دیگر عقائد مدعا علیہ نے اپنی طرف منسوب کئے ہیں وہ گو عام اسلامی عقائد کے مطابق ہیں لیکن ان عقائد پر وہ انہی معنوں پر عمل پیرا سمجھا جاوے گا۔ جو معنی کہ مرزا صاحب نے بیان کئے ہیں اور یہ معنی چونکہ ان معنوں کے مغائر ہیں جو جمہور امت آج تک لیتی آئی، اس لئے بھی وہ مسلمان نہیں سمجھا جا سکتا ہے اور ہر دو صورتوں میں وہ مرتد ہی ہے اور مرتد کا نکاح ارتداد سے فسخ ہو جاتا ہے۔ لہذا ڈگری بدیں مضمون بحق مدعیہ صادر کی جاتی ہے کہ وہ تاریخ ارتداد مدعا علیہ سے اس کی زوجہ نہیں رہیں۔ مدعیہ خرچہ مقدمہ بھی از ان مدعا علیہ لینے کی حق دار ہوگی۔

اس ضمن میں مدعا علیہ کی طرف سے ایک سوال یہ پیدا کیا گیا ہے کہ ہر دو فریق چونکہ قرآن مجید کو کتاب اللہ سمجھتے ہیں اور اہل کتاب کا نکاح جائز ہے اس لئے بھی مدعیہ کا نکاح فسخ قرار نہیں دینا چاہئے۔ اس کے متعلق مدعیہ کی طرف سے یہ کہا گیا ہے کہ جب دونوں فریق ایک دوسرے کو مرتد کہتے ہیں تو ان کو اپنے اپنے عقائد کی رو سے بھی ان کا باہمی نکاح قائم نہیں رہتا۔ علاوہ ازیں اہل کتاب

مقدمہ جیمس آباد کا فیصلہ

فیملی سوٹ نمبر ۹/۱۹۶۹ء

مسماۃ امۃ الہادی دختر سردار خان مدعیہ بنام حکیم نذیر احمد برق مدعا علیہ

مندرجہ بالا بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ مدعیہ جو ایک مسلمان عورت ہے کی شادی مدعا علیہ کے ساتھ جس نے شادی کے وقت خود اپنا قادیانی ہونا تسلیم کیا ہے اور اس طرح خود غیر مسلم قرار پایا ہے، غیر موثر ہے اور اس کی کوئی قانونی حیثیت نہیں مدعیہ اسلامی تعلیمات کے مطابق مدعا علیہ کی بیوی نہیں۔

تنسیخ نکاح کے بارے میں مدعیہ کی درخواست کا فیصلہ اس کے حق میں کیا جاتا ہے اور مدعا علیہ کو ممانعت کی جاتی ہے کہ وہ مدعیہ کو اپنی بیوی قرار دے۔مدعیہ اس مقدمے کے اخراجات بھی وصول کرنے کی حقدار ہے۔

یہ فیصلہ ۱۳ر جولائی ۱۹۷۰ء کو شیخ محمد رفیق گوریجہ کے جانشین جناب قیصر احمد حمیدی نے جو ان کی جگہ جیمس آباد کے سول اور فیملی کورٹ جج مقرر ہوئے ہیں کھلی عدالت میں پڑھ کر سنایا۔

ماریشس سپریم کورٹ میں سب سے بڑا مقدمہ

مسجد روز ہل کے مقدمہ کو سب سے بڑا مقدمہ کہا جاتا ہے کیونکہ پورے دو سال تک سپریم کورٹ نے بیانات لئے، شہادتیں سنیں اور پہلی مرتبہ یہ فیصلہ دیا کہ:

”مسلمان الگ امت ہیں اور قادیانی الگ“

یہ مقدمہ لڑنے کے لئے مسلمانوں اور قادیانیوں دونوں نے دوسرے ممالک سے مشہور وکلاء منگوائے۔قادیانیوں سے مسجد واپس لینے کے سلسلے میں روز ہل کے جن مسلمانوں نے کام کیا ان میں محمود اسحٰق جی، اسمٰعیل حسن جی، ابراہیم حسن جی، قابل ذکر ہیں یہ لوگ وہاں کے تجارتی حلقوں میں بڑا

ایک اور مقام پر تحریر فرماتے ہیں

"نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے ختم نبوت کے تمدنی پہلو پر کبھی غور نہیں کیا اور مغربیت کی ہوا نے اسے حفظ نفس کے جذبے سے بھی عاری کر دیا۔ بعض ایسے ہی نام نہاد تعلیم یافتہ مسلمانوں نے اپنے مسلمان بھائیوں کو رواداری کا مشورہ دیا ہے۔" (حرف اقبال صفحہ ۱۲۱)

آگے ہندوستان کی غیر مسلم حکومت سے خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حکومت کو موجودہ صورت حال پر غور کرنا چاہئے اور اس معاملہ میں جو قومی وحدت کے لئے اشد اہم ہے عام مسلمانوں کی ذہنیت کا اندازہ لگانا چاہئے۔ اگر کسی قوم کی وحدت خطرے میں ہو تو اس کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہتا کہ وہ معاندانہ قوتوں کے خلاف اپنی مدافعت کرے سوال پیدا ہوتا ہے کہ مدافعت کا کیا طریقہ ہے ...؟ وہ طریقہ یہی ہے کہ اصل جماعت جس شخص کو تصنع بالدین (دین کے ساتھ کھیل) کرتے پائے، اسکے دعاوی کو تقریر و تحریر کے ذریعہ جھٹلایا جائے۔ پھر کیا یہ مناسب ہے کہ اصل جماعت کو رواداری کی تلقین کی جائے، حالانکہ اس کی وحدت خطرے میں ہو۔ اور باغی گروہ کو تبلیغ کی پوری اجازت ہو اگرچہ وہ تبلیغ جھوٹ اور دشنام سے لبریز ہو۔

اگر کوئی گروہ جو اصل جماعت کے نقطۂ نظر سے باغی ہے حکومت کے لئے مفید ہے تو حکومت اس کے خدمات کا صلہ دینے کی پوری طرح مجاز ہے دوسری جماعتوں کو اس سے کوئی شکایت پیدا نہیں ہو سکتی، لیکن یہ توقع رکھنی بیکار ہے کہ خود جماعت ایسی قوتوں کو نظر انداز کر دے جو اس کے اجتماعی وجود کے لئے خطرہ ہیں۔"

کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے عقائد بھی تو ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں لہٰذا ان فتوؤں کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس کا جواب دیتے ہوئے شاعر مشرق تحریر فرماتے ہیں

"اس مقام پر یہ امر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ مسلمانوں کے مختلف فرقوں کے باہمی تنازعوں کا ان بنیادی مسائل پر کچھ اثر نہیں پڑتا جن مسائل پر سب فرقے متفق ہیں اگرچہ وہ ایک دوسرے پر الحاد کے فتوے ہی دیتے ہوں۔"

(حرف اقبال صفحہ ۱۸۰)

پھر شاعر مشرق قادیانی مسئلہ کا حل تجویز کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"میری رائے میں حکومت کے لئے بہترین طریق کار یہ ہوگا کہ وہ قادیانیوں کو ایک الگ جماعت تسلیم کرے۔ یہ قادیانیوں کی پالیسی کے عین مطابق ہوگا اور مسلمان ان سے ویسی ہی رواداری سے کام لے گا جیسے وہ باقی مذاہب کے معاملے میں اختیار کرتا ہے۔"

(حرف اقبال)

یہ واضح ہے کہ جو علامہ اقبال مرحوم نے انگریز کی حکومت سے کیا تھا اب جو حکومت شاعر مشرق کے خوابوں کی تعبیر کی حیثیت سے پاکستان کی مقتدر ہوئی ہے یہ اس کا فریضہ ہے کہ وہ شاعر مشرق کی اس آرزو کو پایہ تکمیل تک پہنچائے۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

ضمیمہ

بعض مرزائی مغالطے، چند شبہات کا ازالہ

جب مسلمانوں کی طرف سے مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو مرزائی صاحبان طرح طرح سے مغالطے دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہاں مختصراً ان مغالطوں کا ایک جائزہ پیش خدمت ہے۔

کلمہ گو کی تکفیر کا مسئلہ

مرزائیوں کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ جو شخص کلمہ پڑھتا اور اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کرتا ہو کسی بھی شخص کو اسے کافر قرار دینے کا حق نہیں پہنچتا۔ یہاں سب سے پہلے تو یہ بات ملاحظہ فرمائیے کہ یہ بات ان لوگوں کی طرف سے کہی جا رہی ہے جو دنیا کے ستر کروڑ (۱) مسلمانوں کو کھلم کھلا کافر کہتے ہیں اور جو کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پر اور اس کے تمام ضروری تقاضوں پر صحیح معنی میں ایمان رکھنے والوں کو دائرہ اسلام سے خارج کرتے، بلکہ انہیں یہاں تک کہ "کنجریوں کی اولاد" (۲) قرار دینے میں بھی کوئی شرم محسوس نہیں کرتے۔ گویا ان کے نزدیک کلمہ گو کو مسلمان کہنا صرف یک طرفہ حکم ہے جو صرف غیر احمدیوں پر عائد ہوتا ہے اور خود مرزائی صاحبان کو کھلی چھٹی ہے کہ خواہ مسلمانوں کی کتنی بڑی تعداد کو کافر کہیں، خواہ انہیں بازاری گالیاں دیں، خواہ ان کے اکابر اور مقدس ترین شخصیتوں کی ناموس پر حملہ آور ہوں۔ ان کے اسلام میں بھی کوئی فرق نہیں آسکتا اور نہ ان پر کلمہ گو کو کافر کہنے کا الزام لگ سکتا ہے۔ یہ ہے اس مرزائی مذہب کا انصاف جو شرم و حیا اور دیانت و اخلاق کا مذاق اڑاتے ہوئے اپنے آپ کو روحانیت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹھیکیدار قرار دیتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی بتائی ہوئی جتنی باتیں ہیں ان کا اقرار اور تصدیق ہے۔ محققین نے تصریح کی ہے کہ ان سب کو درست تسلیم کرنا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان کا لازمی جزو اور اس کا لازمی تقاضا ہے۔ اگر کوئی شخص ان متواتر تعلیمات میں سے کسی ایک چیز کو بھی درست ماننے سے انکار کرے تو درحقیقت وہ کلمہ طیبہ پر ایمان نہیں رکھتا خواہ زبان سے لا الہ الا اللہ پڑھتا ہو، اسے مسلمان نہیں کہا جا سکتا۔ عقیدہ ختم نبوت چونکہ قرآن کریم کی بیسیوں آیات اور سرکار دو عالم ﷺ کے سینکڑوں ارشادات سے بطریق تواتر ثابت ہے اس لئے یہ تمام امت کی ان متواتر تعلیمات میں سے ہے جن پر ایمان لانا کلمہ طیبہ کا لازمی جزو ہے اور جس کے بغیر انسان مسلمان نہیں ہو سکتا۔

اس سلسلے میں بعض لوگ اس حدیث سے استدلال کی کوشش کیا کرتے ہیں جس میں آنحضرت ﷺ نے مسلمان کی علامتیں بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ "جو ہماری طرح نماز پڑھے، ہمارے قبلہ کی طرف رخ کرے، ہمارا ذبیحہ کھائے وہ مسلمان ہے" لیکن اگر کوئی شخص ذرا سی بات سمجھنے کا سلیقہ رکھتا ہو تو وہ حدیث کے اسلوب و انداز سے یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہاں مسلمان کی کوئی قانونی جامع مانع تعریف نہیں کی جا رہی بلکہ مسلمانوں کی وہ معاشرتی علامتیں بیان کی جا رہی ہیں جن کے ذریعہ مسلمان عام طور دوسرے مذاہب اور مکتب فکروں سے ممتاز ہوتا ہے اور جن کا مقصد صرف یہ ہے کہ جس شخص کی ظاہری علامتیں اسے مسلمان ہونے کی گواہی دیتی ہوں اس پر خواہ مخواہ بدگمانی نہ کی جائے اور اس کی عیب جوئی کرنا درست نہیں۔ لیکن اس حدیث کا یہ مطلب کہاں سے نکل آیا کہ اگر کوئی شخص مسلمانوں کے سے اعلانیہ کفریات کا اقرار کرتا پھرے، پیغمبر ہونے کا دعویٰ کرے، یا لوگوں کو ان کفریات کی دعوت دے کر اپنے متبعین کے سوا تمام مسلمانوں کو کافر قرار دے تب بھی وہ صرف مسلمانوں کا ذبیحہ کھانے کی وجہ سے مسلمان کہلانے کا مستحق ہوگا، خواہ وہ لا الہ الا اللہ اور اس کے تقاضوں کا کتنا ہی انکار کرتا ہو۔

درحقیقت اس حدیث میں مسلمان کی تعریف نہیں بلکہ اس کی ظاہری علامتیں بیان کی گئی ہیں۔ مسلمان کی جامع تعریف درحقیقت آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد میں بیان کی گئی ہے:

چلئے پہلے تو مسلمان ہونے کے لئے کم از کم کلمہ پڑھنا ضروری تھا، اس آیت کو مسلمان کی تعریف میں پیش کرنے کے بعد اس سے بھی چھٹی ہوگئی، اب مسلمان ہونے کے لئے صرف ''السلام علیکم'' بلکہ صرف ''سلام'' کہہ دینا بھی کافی ہوگیا، اور ہر وہ ہندو، پارسی، بدھسٹ اور عیسائی، یہودی بھی مسلمان بننے کے قابل ہوگیا جو مسلمانوں کو ''سلام'' کہہ کر خطاب کرے۔ **والعیاذ باللہ العظیم.**

مسلمانوں کی باہمی تکفیر کے فتوے اور ان کی حقیقت

اصل مسئلہ سے توجہ ہٹانے کے لئے دوسرا مغالطہ مرزائیوں کی طرف سے یہ دیا جاتا ہے کہ جو علماء ہم پر کفر کا فتویٰ لگاتے ہیں۔ وہ خود آپس میں ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے آئے ہیں لہٰذا ان کے فتوؤں کا اعتبار اٹھ گیا ہے۔ لیکن اس ''دلیل'' کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے کوئی شخص یہ کہنے لگے کہ چونکہ بعض عطائیوں اور ڈاکٹروں نے کچھ لوگوں کا غلط علاج کیا ہے۔ اس لئے اب کوئی ڈاکٹر مستند نہیں رہا اب پوری میڈیکل سائنس ہی ناکارہ ہوگئی ہے اور وہ طبی مسئلے بھی قابل اعتبار نہیں ہیں جن پر تمام دنیا کے ڈاکٹر متفق ہیں۔

حال ہی میں مرزائی جماعت کی طرف سے ایک کتابچہ شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے ''ہم غیر احمدیوں کے پیچھے کیوں نماز نہیں پڑھتے'' اور اس میں مسلمان مکاتب فکر کے باہمی اختلافات اور ان فتاویٰ کو انتہائی مبالغہ آمیز انداز میں پیش کیا گیا ہے جن میں ایک دوسرے کی تکفیر کی گئی ہے، لیکن اول تو اس کتابچہ میں اگر چہ کافی محنت سے وہ تمام تشدد آمیز مواد اکٹھا کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو باہمی اختلافات کے دوران منظر عام پر آیا ہے۔ لیکن ان بیسیوں اقتباسات میں مسلمان مکاتب فکر کے ایک دوسرے پر کفر کے فتوے کل پانچ ہیں۔ باقی فتوے نہیں بلکہ وہ عبارتیں ہیں جو اُن کے افسوسناک باہمی جھگڑوں کے درمیان ان کے قلم یا زبان سے نکلیں۔ ان میں ایک دوسرے کے خلاف سخت زبان تو بیشک استعمال کی گئی ہے لیکن انہیں کفر کے فتوے قرار دینا کسی طرح درست نہیں۔

تیسرے یہ پانچ فتوے بھی اپنے اپنے مکاتب فکر کی مکمل نمائندگی نہیں کرتے۔ یعنی ایسا نہیں

ہے کہ جن مکاتب فکر سے وہ تعلق رکھتے ہیں وہ ہر مکتب فکر ان قوانین سے متفق ہو۔ ایسے نہ ہونے پر مسلمان مکتب فکر میں محقق اور اعتدال پسند علماء نے ہمیشہ اس بے احتیاطی اور تقلید پسندی سے شدید اختلاف کیا ہے۔ جس قسم کے فتووں میں روا رکھی گئی ہے۔ ان چند انفرادی فتووں کو پیش کرکے یہ تاثر دینا بالکل غلط بے بنیاد اور گمراہ کن ہے کہ یہ سارے مکاتب فکر ایک دوسرے کو کافر قرار دیتے ہیں۔ اس سے ہٹ کر حقیقت یہ ہے کہ ہر مکتب فکر میں یہ عنصر اپنا رہا ہے جس نے دوسرے کی مخالفت میں انتہا پسندی کی حد تک پہنچ کر تکفیر سے متعلق فتوے دیئے لیکن ان مکاتب فکر میں ایک بڑی تعداد ایسے علماء کی ہے جنہوں نے فروعی اختلافات کو ہمیشہ اپنی حدود میں رکھا اور ان حدود سے تجاوز کرنے والوں کی ہمیشہ مذمت کی ہے اور فتوے بازی کا یہ رجحان چند عناصر تک محدود رہا ہے جس کی واضح مثال یہ ہے کہ جب بھی مسلمانوں کا کوئی مشترکہ مسئلہ پیدا ہوا ہے ان تمام مکاتب فکر کے لئے اس میں باہمی اختلافات کے فتوے کبھی رکاوٹ نہیں بنے۔

مسلمان فرقوں کی فرقہ بندی کا پروپیگنڈہ تو پہلی بار پیش کیا گیا ہے اور جن کے اختلافات کا شور مچایا گیا ہے انہوں نے بھی اپنا طرز عمل ثابت کر دکھایا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ ۱۹۵۱ء میں پاکستان کی دستوری بنیادوں کے مسئلہ پر تمام مکاتب فکر کے علماء جمع ہوئے اور کسی اختلاف کے بغیر اسلامی دستور کے بائیس اصول طے کر دیئے تھے جب کہ پروپیگنڈہ یہ تھا کہ اس قسم کا اتفاق ایک امر محال ہے۔ ۱۹۵۳ء کے موقع پر جب دستور میں اسلامی ترمیمات کے کرنے کا مرحلہ آیا تو انہوں نے اکٹھے ہو کر متفقہ سفارشات پیش کیں۔ جبکہ یہ کام پہلے کام سے زیادہ غیر متوقع سمجھا جاتا تھا۔ ۱۹۵۳ء ہی میں انہوں نے قادیانی مسئلہ پر اتحاد کی طرح ڈالی جس سے ایک متحدہ موقف اختیار کیا۔ ۱۹۷۳ء میں دستور سازی کے دوران شیعہ و سنی رہنما اس بنیادی کام میں شریک رہے۔ پھر بھی شور تھا کہ یہ لوگ کسی مسلمان کی متفقہ تعریف بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن ۱۹۷۴ء میں انہوں نے مکمل اتفاق و اتحاد سے اس پروپیگنڈے کی قلعی کھول دی۔ اور اب پھر یہ مرزائیت کے خلاف شکر کے حامی صف بستہ موجود ہیں۔ غرض کہ جب بھی اسلام اور مسلمانوں کا کوئی مشترکہ قومی مسئلہ سامنے آیا تو ان کے باہمی مذہبی اختلافات آڑے

موقف اختیار کرنے میں کبھی سدِ راہ ثابت نہیں ہوئے۔ لیکن کیا کبھی کسی نے دیکھا ہے کہ اس قسم کے اجتماعات میں کسی مرزائی کو بھی دعوت دی گئی ہو؟ اس طرزِ عمل پر غور کرنے سے چند باتیں کھل کر سامنے آجاتی ہیں۔

اول یہ کہ باہمی ایک دوسرے کی تکفیر کے فتوے انفرادی حیثیت رکھتے ہیں۔ کسی مکتب فکر کی نمائندہ حیثیت نہیں، ورنہ یہ مکاتب فکر بھی بہ حیثیت مسلمان جمع نہ ہوتے۔

دوسرے یہ کہ ہر مکتب فکر میں غالب عنصر وہی ہے جو فروعات کو فروعات ہی کے دائرہ میں رکھتا ہے اور آپس کے اختلافات کو تکفیر کا ذریعہ نہیں بناتا۔ ورنہ اس قسم کے اجتماعات کو قبول عام حاصل نہ ہوتا۔

تیسرے یہ کہ اسلام کے بنیادی عقائد جو واقعتاً ایمان اور کفر میں حد فاصل کی حیثیت رکھتے ہیں ان میں یہ سب لوگ متفق ہیں۔

لہٰذا

اگر کچھ حضرات نے تکفیر کے سلسلے میں غلو اور تشدد کی روش اختیار کی ہے تو اس سے یہ نتیجہ کیسے نکالا جا سکتا ہے کہ اب دنیا میں کوئی شخص کافر ہو ہی نہیں سکتا اور اگر یہ سب لوگ مل کر بھی کسی کو کافر کہیں تو وہ کافر نہیں ہوگا۔

کیا دنیا میں عطائی قسم کے لوگ علاج کر کے انسانوں پر مشق ستم نہیں کرتے؟ بلکہ کیا ماہر سے ماہر ڈاکٹر سے بھی غلطی نہیں ہوتی؟ لیکن کیا کوئی انسان جو عقل سے بالکل ہی معذور نہ ہو یہ کہہ سکتا ہے کہ ان انفرادی غلطیوں کی سزا کے طور پر ڈاکٹروں کے طبقہ کی کوئی بات قابل تسلیم نہیں ہونی چاہیے۔ کیا عدالتوں کے فیصلوں میں ججوں سے غلطیاں نہیں ہوتیں؟ لیکن کیا کسی نے سوچا ہے کہ ان انفرادی غلطیوں کی وجہ سے عدالتوں میں تالے ڈال دیے جائیں، یا ججوں کا کوئی فیصلہ مانا ہی نہ جائے؟ کیا مکانات سڑکوں اور عمارتوں کی تعمیر میں انجینئر غلطی نہیں کرتے؟ لیکن کبھی کسی ذی ہوش نے یہ تجویز پیش کی کہ ان غلطیوں کی بنا پر تعمیر کا ٹھیکہ انجینئروں کی بجائے گورکنوں کو دے دیا جائے؟ پھر یہ اگر چند

جزوی نوعیت کے فتووں میں بے احتیاطیاں یا غلطیاں ہوئی ہیں تو ان کا جواب یہ ہے کہ آج تک کا جواب
اسی بنا پر کفر کے فتوے قرآن و سنت کی بجائے مرزائی عقائد کی بنیاد پر دیئے جا چکے ہیں۔

شاعر مشرق مصور پاکستان علامہ اقبال مرحوم نے مرزائیوں کو اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کرتے ہوئے بالکل ٹھیک بات کہی تھی۔

"مسلمانوں کے بہتر فرقوں کے مذہبی تنازعوں کا ان بنیادی مسائل پر کچھ اثر نہیں پڑتا جن مسائل پر سب فرقے متفق ہیں۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے پر الحاد کے فتوے دیتے ہوں۔"

(حرف اقبال صفحہ ۱۲۴ مطبوعہ المنار اکادمی لاہور ۱۹۴۷ء)

دو روایتیں

مرزائی صاحبان نے تاویلوں اور حیلے کے ذخیرے میں سے دو ضعیف و مبہم روایتیں نکال کر اور انہیں کے معانی و مفہوم بیان کر کے ان سے اپنی خود ساختہ نبوت کے لئے سہارا ڈھونڈنے کی کوشش کی ہے اس لئے یہاں ان پر بھی ایک نظر ڈال لینا مناسب ہو گا

(۱) قولوا خاتم النبیین و لا تقولوا لا نبی بعدہ۔

یعنی مجہول الاسناد روایت "درِ منثور" سے لی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا

(آنحضرت ﷺ کو) خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا)

پہلے تو اس بات پر غور فرمائیے کہ یہ روایت کہاں سے لی گئی ہے۔ اگر حدیث کی کسی معروف کتاب میں اسے تلاش کرنا چاہیں گے تو آپ کو مایوسی ہوگی۔ کیونکہ یہ روایت بخاری، مسلم، نسائی، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، مسند احمد، غرض حدیث کی کسی صحاح کتاب میں موجود نہیں۔ اسے لیا کہاں سے گیا ہے؟ علامہ سیوطی کی "درِ منثور" سے جس کے بارے میں ہر طالب علم بھی یہ جانتا ہے کہ اس میں ہر قسم کی رطب و یابس ضعیف اور موضوع روایات بغیر کسی چھان پھٹک کے

صرف جمع کر دی گئی ہیں۔ پھر حدیث میں سارا مدار اس کی سند پر ہوتا ہے اور اس روایت کی کوئی سند معلوم نہیں۔ اب یہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں مدعیان نبوت کا ''دجل'' نہیں تو اور کیا ہے کہ ایک طرف تو مرزائی صاحبان کی نگاہ میں قرآن کریم کی صاف اور صریح آیات اور آنحضرت ﷺ کی سیکڑوں متواتر اور صحیح احادیث ناقابل التفات ہیں۔ اور دوسری طرف یہ مجہول الاسناد روایت جس کا علم حدیث کی رو سے کچھ بھی اعتبار نہیں ایسی قطعی اور یقینی ہے کہ اسے ختم نبوت جیسے متواتر قطعی اور اجماعی عقیدے کو توڑنے کیلئے پیش کیا جا رہا ہے۔ کیا کسی نبی کی نبوت ایسی ہی روایات سے ثابت ہوا کرتی ہے؟ لیکن یہ بات اس شخص سے کہی جائے جو کسی علمی یا عقلی قاعدے اور ضابطے کا پابند ہو اور جہاں عقل، علم اور اخلاق پر مبنی ہر بات کا جواب سوائے خود ساختہ الہام کے اور کچھ نہ ہو وہاں دلائل اور براہین کا کتنا انبار لگا دیجئے مرزا صاحب کے الفاظ میں اس کا جواب یہی ملے گا کہ:

> ''خدا نے مجھے اطلاع دیدی ہے کہ یہ تمام حدیثیں جو پیش کرتے ہیں تحریف معنوی یا لفظی میں آلودہ ہیں اور یا سرے سے موضوع ہیں اور جو شخص حَکم ہو کر آیا ہے اس کا اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کر دے۔''
>
> (اربعین نمبر ۳ صفحہ ا حاشیہ مطبوعہ ۱۹۰۰ء) ﴿رخ، ج ۱۷ ص ۴۰۱﴾

پھر اس روایت میں جو بات بیان کی گئی ہے اس کا مرزائی اعتقادات سے دور دور کوئی واسطہ نہیں بلکہ یہ روایت تو نزول عیسیٰ علیہ السلام کے عقیدے میں مرزائی نظریہ کی صریح تردید کر رہی ہے۔ اس کا مقصد محض اتنا ہے کہ اگر صرف یہ جملہ بولا جائے کہ ''آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا'' تو ایک ناواقف آدمی اسے مسیح علیہ السلام کے نزول ثانی کے عقیدے کے خلاف سمجھ سکتا ہے اور اس سے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ آپ کے بعد حضرت مسیح علیہ السلام بھی تشریف نہیں لائیں گے۔ لہٰذا جو مقصد ''خاتم النبیین'' کہنے سے مکمل طور پر حاصل ہو سکتا ہے اسکے لئے ایسے الفاظ استعمال کرنے کی ضرورت نہیں ہے جو ناواقفوں کے لئے کسی غلط فہمی کا سبب بن سکتے ہوں۔ آنحضرت ﷺ نے ''لا نبی

اور اس روایت سے مرزائی اعتقادات کو نہ صرف یہ کہ کوئی سہارا نہیں ملتا ہے، بلکہ یہ صراحۃً ان کی تردید کرتی ہے، ورنہ جہاں تک حضرت عائشہؓ کا تعلق ہے امام احمد بن حنبلؒ کی مسند میں خود ان کی یہ روایت موجود ہے:

"عن عائشة رضی الله عنها عن النبی صلی الله علیه وسلم انه قال لا یبقی بعدی من النبوة شیٔ الا المبشرات قالوا یا رسول الله وما المبشرات قال الرویا الصالحة یراها المسلم او تریٰ له"۔

حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد نبوت کا کوئی جزو باقی نہیں رہے گا سوائے مبشرات کے... صحابہؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ مبشرات کیا چیز ہیں؟ آپؐ نے فرمایا کہ اچھے خواب جو کوئی مسلمان خود دیکھے یا اس کے لئے کوئی اور دیکھے۔"

(مسند امام احمد ج ٦ صفحہ ١٢٩، کنز العمال)

کیا اسکے بعد بھی اس بات میں کوئی شک وشبہ رہ جاتا ہے کہ حضرت عائشہؓ کے نزدیک نبوت کی ہر قسم اور سوائے اچھے خوابوں کے اسکا ہر جزو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا اور اب کسی بھی شخص کو کسی بھی صورت میں یہ منصب عطا نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) دوسری ضعیف روایت سنن ابن ماجہؒ سے نقل کی جاتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپؐ نے فرمایا:

"لَو عَاشَ لَکَانَ صِدِّیقاً نَبِیاً" (اگر یہ زندہ رہتے تو صدیق نبی ہوتے)

اس حدیث کا حال بھی یہ ہے کہ حدیث کے ناقد ائمہ نے اسے ضعیف بلکہ باطل قرار دیا ہے۔ امام نوویؒ جیسے بلند پایہ محدث فرماتے ہیں:

"هذا الحدیث باطل" یہ حدیث باطل ہے۔

(موضوعات کبیر صفحہ ۵۸)

اس حدیث کے ایک راوی ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان کے بارے میں امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ ثقہ نہیں ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ "منکر الحدیث" ہے۔ امام نسائی کہتے ہیں کہ "متروک الحدیث" ہے۔ امام جوزجانی کہتے ہیں کہ "ساقط" ہیں۔ امام ابو حاتم کا ارشاد ہے کہ یہ "ضعیف الحدیث" ہے۔

(ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ج ۱ صفحہ ۱۴۴، ۱۴۵)

البتہ اس روایت کے بجائے صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ کے اثر کے طور پر اس طرح مروی ہیں:

لو قضي أن يكون بعد محمد نبي لعاش ابنه ولكن لا نبي بعده

"اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی بعثت مقدر ہوتی تو آپ کے صاحبزادے زندہ رہتے لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔"

ان الفاظ نے اس ضعیف روایت کی حقیقت بھی واضح کر دی ہے کہ اس کا اصل مقصد کیا ہے؟ اور وہ ختم نبوت کے خلاف تو کیا ہوتی در حقیقت اس سے یہ عقیدہ اور زیادہ پختہ اور اٹل قرار پا جاتا ہے۔

یہ ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ صحیح بخاری قرآن کریم کے بعد تمام کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح کتاب ہے۔ لہذا اگر کوئی ضعیف روایت کسی اور جگہ ہو یا کسی آثر صحیح بخاری کے الفاظ سے بھی مل جاتے اگر تحقیق پسندی ہو تو ضعیف روایت کو چھوڑ کر صحیح بخاری کی روایت کو اختیار کیا جانا چاہئے۔ مگر مرزا صاحب کا حال تو یہ ہے کہ وہ صحیح مسلم کی ایک حدیث کو محض اس بنا پر ترک کر دیتے ہیں کہ امام بخاری نے اسے ذکر نہیں کیا۔ چنانچہ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں:

"یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحدثین امام محمد اسماعیل بخاری نے چھوڑ دیا ہے۔"

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۲۰ مندرجہ روحانی خزائن ج ۳ ص ۲۰۹، ۲۱۰)

حالانکہ صحیح مسلم بھی نہایت معتبر ہے اور امام بخاری کا کسی کی روایت کو چھوڑ دینا اس کے ضعیف
کی دلیل نہیں مانا جاتا۔ برخلاف اس کے بخاری کی یہ روایت ضعیف ہے اور صحیح بخاری میں اس کی واضح تشریح موجود
ہے کہ مرزائی صاحبان جس کا سہارا لیتے ہیں یہ بات انبیاء کے علاوہ دیگر شخص کے بارے میں ہے جو ظاہر ہے
کوئی صحیح مثال بھی پیش نہیں کی جاسکی۔ اگر اس روایت میں صراحۃً عقیدۂ ختم نبوت کی تردید کی ہوتی تب
بھی روایت متواتر عقیدے کے مقابلے میں قطعاً قابل اعتبار نہ ہوتی اور یہاں تو معاملہ یہ ہے کہ اگر
اسے صحیح مان لیا جائے تب بھی اس میں محض ایک مفروضہ کا بیان ہے جس کے وجود میں آنے کا کوئی
امکان نہیں۔ اگر حضرت ابراہیمؓ کی زندگی میں یہ بات کہی جاتی تب تو اس سے کسی درجے میں یہ بات
نکل سکتی تھی کہ آپ کے بعد نبوت کا سلسلہ جاری ہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کے بارے میں ان کی زندگی ہی
میں آپ نے اسی قسم کی بات ارشاد فرمائی تھی، وہاں چونکہ نبوت کے جاری رہنے کا شبہ ہوسکتا تھا اس لئے
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں بالکل دوسری تعبیر اختیار فرمائی اور اس شبہ کو ہمیشہ کیلئے ختم کر دیا اور
ارشاد فرمایا:

"لو کان بعدی نبی لکان عمر بن الخطاب"

"اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر بن الخطاب ہوتے" (رواہ الترمذی)

مطلب یہ ہے کہ میرے بعد چونکہ نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اس لئے حضرت عمرؓ نبی نہیں
بن سکتے۔ اسی طرح غزوۂ تبوک کے موقع پر مدینہ طیبہ میں حضرت علیؓ کو اپنا نائب مقرر فرمایا تو ان سے
خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

اما ترضی ان تکون بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبوة
بعدی. (رواہ البخاری ومسلم واللفظ لمسلم)

"کیا تم اس پر راضی نہیں کہ تم میرے ساتھ ایسے ہو جاؤ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے
ساتھ ہارون علیہ السلام (کہ کوہ طور پر جاتے وقت حضرت موسیٰ انہیں نائب
بنا گئے تھے) لیکن میرے بعد نبوت نہیں۔"

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۔

اور جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ نے انعام کیا ہے یعنی نبیوں کے ساتھ اور صدیقوں کے ساتھ اور شہداء کے ساتھ اور صالحین کے ساتھ اور یہ لوگ بہترین ساتھی ہیں۔"

اس آیت کو ذرا بار بار پڑھ کر دیکھئے کیا اس میں کہیں دور تک کا بھی اشارہ ملتا ہے کہ نبوت کا سلسلہ جاری ہے؟ اور کوئی شخص اب بھی نبی بن سکتا ہے؟ لیکن جو مذہب "دمشق" سے قادیان مراد لے سکتا ہو جسے قرآن مجید میں "قادیان" کا نام لکھا ہوا ملتا ہو اور جو "خاتم النبیین" کا یہ مطلب نکال سکتا ہو جس سے تمام "نبیوں کا سرتاج" "نبوت کا دروازہ" کھلا رہے۔ وہ اس آیت سے بھی نبوت کے جاری رہنے پر استدلال کرے تو کون سی تعجب کی بات ہے۔

اس آیت میں صاف طور پر یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے والا آخرت میں انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کا ساتھی ہوگا۔ لیکن مرزائی صاحبان اس کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ وہ خود نبی بن جائے گا کیونکہ یہاں لفظ "مع" (ساتھ) استعمال ہوا ہے۔ جو اس معنی میں بھی آ سکتا ہے کہ انسان انبیاء وغیرہ کے گروہ کے محض ساتھ ہی نہیں ہوگا بلکہ ان میں شامل ہو جائے گا۔

لیکن جو شخص مذکورہ بالا آیت کے الفاظ سے بالکل ہی آنکھیں بند کئے نہیں بیٹھا ہے وہ دیکھ سکتا ہے کہ اسی آیت کے آخر میں یہ ارشاد فرمایا گیا ہے۔

حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۔ اور یہ لوگ بہترین ساتھی ہیں۔

اس آخری جملہ میں لفظ رفیق نے یہ بات واضح کر دی کہ اگر بالفرض یہاں "مع" کے معنی کچھ

اور بھی ہو سکتے ہیں تو یہاں سوائے ساتھی بننے کے کوئی اور مطلب نہیں۔ کیونکہ آگے اس کی تشریح کے لئے لفظ ''رفیق'' آرہا ہے۔

پھر اگر (معاذ اللہ) مطلب یہی تھا کہ ہر شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کر کے نبی بن سکتا ہے تو کیا پوری امت میں اللہ اور رسول کی اطاعت کرنے والا ایک مرزا غلام احمد ہی پیدا ہوا ہے؟ اور کسی نے اللہ اور رسول کی اطاعت نہیں کی؟ حالانکہ قرآن (معاذ اللہ) کہ جو شخص بھی اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبرداری کرے گا وہ نبیوں کے زمرے میں شامل ہو جائے گا۔ اگر اسی کا نام ''استدلال'' ہے تو نہ جانے تحریف معنوی کیا چیز ہوگی۔

بعض صوفیا کے غلط حوالے

مرزائی صاحبان بعض صوفیا کے نا تمام اور مبہم حوالے ڈھونڈ کر انہیں اپنی خود ساختہ نبوت کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔ ان کے پیش کئے ہوئے ایسے غلط حوالوں کا مسلمانوں کی طرف سے انتہائی مدلل اور اطمینان بخش جواب دیا جا چکا ہے اور بار بار دیا جا چکا ہے۔ یہاں اس کو بالتفصیل دہرانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ چند اصولی حقائق کی طرف اشارہ ضروری ہے۔

دین میں اقوال سلف کی حقیقت

سب سے پہلے یہ بات قابل ذکر ہے کہ دین کا اصل سرچشمہ قرآن کریم، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور اجماع امت ہے۔ اور اکا دُکا افراد کی ذاتی آراء اس مسئلہ پر کبھی اثر انداز نہیں ہو سکتیں جو دین کے ان بنیادی سرچشموں میں وضاحت کے ساتھ بیان ہوا ہو۔ خاص طور سے نبوت و رسالت جیسا بنیادی عقیدہ تو خبر واحد سے بھی ثابت نہیں ہوتا، چہ جائیکہ اسے کسی انفرادی تحریر سے ثابت کیا جائے۔ اسلئے اس مسئلے میں قرآن وحدیث کی متواتر تصریحات اور اجماع امت کے خلاف اگر کچھ انفرادی تحریریں ثابت بھی ہو جائیں تو وہ قطعی طور پر خارج از بحث ہیں اور انہیں بطور

استدلال پیش نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ جن صوفیائے کرام کی عبارتوں سے مرزائی صاحبان سہارا لینے کی کوشش کرتے ہیں ان کی تشریح و توضیح سے ہمارا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے کہ اگر بالفرض ان کی تحریروں کا مفہوم عقیدہ ختم نبوت سے متضاد ثابت ہو جائے تو اس سے اسلام اور مسلم عقیدہ کو کوئی نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے۔ بلکہ جس کسی نے انکے کلام کی صحیح تشریح پیش کی ہے اس کا اصل مقصد صرف یہ ہے کہ ان پر ایک غلط الزام لگایا گیا ہے جسے انصاف اور دیانت کی رو سے رفع کرنا ضروری ہے۔ بالفاظ دیگر ان حضرات کی تحریروں کو ختم نبوت سے متصادم بنا کر پیش کرنے سے عقیدہ ختم نبوت پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا بلکہ ان بزرگوں پر یہ الزام عائد ہوتا ہے۔ لہذا ان حضرات کے کلام کی تشریح میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ عقیدہ ختم نبوت کا دفاع نہیں بلکہ ان بزرگوں کا دفاع ہے۔ لہذا وہ ہمارے موضوع بحث سے خارج ہیں۔

مرزائی مذہب میں اقوال سلف کی حقیقت

دوسری بات یہ ہے کہ مرزائی صاحبان کو تو اپنے مذہب کے مطابق کسی بھی وجہ سے یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ان بزرگوں کے اقوال سے استدلال کریں۔ کیونکہ کتنے ہی مواقع ایسے ہیں جن میں انہوں نے اجماع امت کو بھی درست قرار نہیں دیا۔ بلکہ اسے حجت شرعیہ ماننے سے ہی انکار کیا ہے۔ چنانچہ عقیدہ نزول مسیح کی تردید کرتے ہوئے مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

"جب کہ پیشگوئیوں کے سمجھنے کے بارے میں خود نبیوں سے امکان غلطی ہے تو
پھر امت کا کورانہ اتفاق یا اجماع کیا چیز ہے؟"

(ازالہ اوہام صفحہ ۲۰۰، ۲۰۱، روحانی خزائن ج ۳ ص ۱۷۲)

اور آگے لکھتے ہیں:

"میں پھر دوبارہ کہتا ہوں کہ اس بارے میں عام خیال مسلمانوں کا گو ان میں
اولیاء بھی داخل ہوں اجماع کے نام سے موسوم نہیں ہو سکتا۔"

(حوالہ بالا صفحہ ۲۰۲، روحانی خزائن ج ۳ ص ۱۷۲)

اور جب احادیث کا یہ حال ہے تو صوفیہ کی انفرادی اقوال کی حیثیت تو خود بخود واضح ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"اور اقوال سلف و خلف درحقیقت کوئی مستقل حجت نہیں اور ان کے اختلاف کی حالت میں وہ گروہ حق پر ہوگا جن کی رائے قرآن کریم کے مطابق ہے۔"

(ازالہ اوہام حصہ دوم ص ۵۳۸، ۵۳۹ بحوالہ روحانی خزائن ج ۳ ص ۳۸۹)

پھر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"ومن تفوہ بکلمۃ لیس لہا اصل صحیح فی الشرع ملہما کان او مجتہدا فبہ الشیاطین متلاعبۃ"

یعنی "جو کوئی شخص کوئی ایسی بات زبان سے نکالے جس کی شریعت میں کوئی اصل نہ ہو وہ صاحب الہام ہو یا مجتہد ہو درحقیقت وہ شیاطین کا کھلونا ہے۔"

(آئینہ کمالات اسلام ص ۲۱، بحوالہ روحانی خزائن ج ۵ ص ۲۱)

پھر مرزائی صاحبان نے قرآن کریم کی صریح آیات اور متواتر احادیث کو چھوڑ کر چند صوفیہ کے اقوال سے استدلال کیسے درست ہو سکتا ہے؟

صوفیاء کرام کا اسلوب

تیسری اصولی بات یہ ہے کہ دنیا کے مسلمہ اصول کے مطابق ہر علم و فن کا موضوع، اس کی غرض و غایت، اس کی اصطلاحات اور اس کے ماہرین جدا ہوتے ہیں اور اسی اعتبار سے ہر علم و فن کا اسلوب بیان بھی الگ ہوتا ہے۔ جو شخص کسی علم و فن کا ماہر اور تجربہ کار نہ ہو، بسا اوقات اس فن کی کتابیں پڑھ کر شدید غلط فہمیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی عام آدمی میڈیکل سائنس کی کتابیں پڑھ کر اس سے اپنا علاج شروع کر دے تو بیماری کی ہلاکت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ بالکل یہی معاملہ دینی علوم کا ہے کہ تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد اور تصوف میں سے ہر ایک علم کا موضوع، اس کی اصطلاحات اور اس کا اسلوب بالکل

الگ ہے اور ان میں سب سے زیادہ دقیق اور پیچیدہ تعبیرات ان کتابوں میں ملتی ہیں جو تصوف اور اس کے فلسفے پر لکھی گئی ہیں۔ کیونکہ ان کتابوں کا تعلق نظریات اور ظاہری اعمال کے بجائے ان باطنی تجربات اور ان واردات و کیفیات سے ہیں جو صوفیاء کرام پر اپنے اشغال کے دوران طاری ہوتی ہے۔ اور معروف الفاظ وکلمات کے ذریعہ ان کا بیان دشوار ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جہاں تک دین کے بنیادی مسائل، عقائد اور عملی احکام کا تعلق ہے وہ نہ علم تصوف کا موضوع ہے اور نہ علماء امت نے تصوف کی کتابوں کو ان معاملات میں کوئی ماخذ یا حجت قرار دیا ہے۔ اس کے بجائے عقائد کی بحثیں علم کلام میں اور عملی احکام وقوانین کے مسائل علم فقہ میں بیان ہوتے ہیں اور انہیں علم کی کتابیں اس معاملہ میں معتبر سمجھی جاتی ہیں۔ خود صوفیاء کرام ان معاملات میں انہی علوم کی کتابوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور یہ تصریح کرتے ہیں کہ جو شخص تصوف کے ان باطنی اور نفسیاتی تجربات سے نہ گزرا ہو اس کیلئے ان کتابوں کا دیکھنا بھی جائز نہیں۔ بسا اوقات ان کتابوں میں ایسی باتیں نظر آتی ہیں جن کا بظاہر کوئی مفہوم سمجھ میں نہیں آتا۔ بعض اوقات جو مفہوم بادی النظر میں معلوم ہوتا ہے وہ بالکل عقل کے خلاف ہوتا ہے۔ لیکن لکھنے والے کی مراد کچھ اور ہوتی ہے۔ اس قسم کی عبارتوں کو "شطحیات" کہا جاتا ہے۔ اسلئے کسی بنیادی عقیدے کے مسئلہ میں تصوف کی کتابوں سے استدلال ایک ایسی اصولی غلطی ہے جس کا نتیجہ گمراہی کے سوا کچھ نہیں۔

اس اصول کو خود اکابر صوفیاء نے بھی تسلیم کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ تصوف کے بھی امام ہیں لیکن وہ تحریر فرماتے ہیں:

> "پس مقرر شد کہ معتبر در اثبات احکام شرعیہ کتاب وسنت است وقیاس مجتہدان واجماع امت نیز مثبت احکام است۔ بعد از یں چہار ادلہ شرعیہ، ہیچ دلیل مثبت احکام شرعیہ نمی تواند شد۔ الہام مثبت حل وحرمت نہ بود وکشف ارباب باطن اثبات فرض وسنت نہ نماید۔"
> (مکتوب ۵۵ مکتوبات حصہ ہفتم دفتر دوم صفحہ ۱۵)

ایک اور جگہ صوفیاء کی "شطحیات" سے کلامی مسائل مستنبط کرنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ما تا آں تحقیق شیخ کبیر یمنی و شیخ اکبر شامی، کلام محمد عربی علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام درکار است نہ کلام محی الدین ابن عربی و صدرالدین قونوی و عبدالرزاق کاشی۔ ما را بنص کار است نہ بفص۔ فتوحات مدنیہ از فتوحات مکیہ مستغنی ساختہ است۔''

''یہ بحث خود شیخ کبیر یمنی کے کہنے یا شیخ اکبر شامی سے ہمیں محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام چاہیے نہ کہ محی الدین ابن عربی، صدرالدین قونوی اور عبدالرزاق کاشی کا کلام۔ ہمیں نص (یعنی قرآن و حدیث) سے غرض ہے نہ کہ فص سے (یہاں ابن عربی کی فصوص الحکم کی طرف اشارہ ہے) فتوحات مدنیہ نے ہمیں فتوحات مکیہ سے مستغنی کر دیا ہے۔'' (مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۱۰۰)

ان تمام بنیادی باتوں کے بعد واضح ہے کہ اس بنیادی مسئلے میں جو قرآن و حدیث اور اجماع امت کی رو سے کفر و اسلام کا مسئلہ ہے، صوفیائے کرام کی کتابوں سے استدلال قطعی طور پر خارج از بحث ہے۔ اور اگر بالفرض بعض صوفیاء سے اس قسم کی ''شطحیات'' ثابت بھی ہوں تو ان سے عقیدہ ختم نبوت کی قطعیت اور استحکام میں ذرہ برابر کمی نہیں آتی۔

البتہ یہ درست ہے کہ بعض صوفیائے کرام پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ غیر تشریعی نبوت کے باقی رہنے کے قائل ہیں، لیکن یہ ایک ایسا الزام ہے کہ جو شخص ان کی اصطلاحات اور اسلوب بیان سے ناواقفیت کی بنا پر عائد کیا گیا ہے۔ یہاں ہم ان کے کلام کی صحیح تشریح کریں تو اس کے لئے طویل مضمون درکار ہوگا اور چونکہ ہماری مذکورہ بالا معروضات کی روشنی میں یہ عقیدہ ختم نبوت کا تعین بھی ان بزرگوں کا وقوع بے واسطے ہمارے موضوع سے خارج بھی ہے۔ لیکن یہاں ان حضرات کی بعض صریح عبارتیں نقل کی جاتی ہیں جن سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ وہ پوری امت کی طرح ختم نبوت کے عقیدہ پر مستحکم ایمان رکھتے ہیں۔

شیخ ابن عربیؒ اور شیخ شعرانیؒ

شیخ محی الدین ابن عربی کی طرف خاص طور پر یہ بات زور شور سے منسوب کی جاتی ہے کہ وہ غیر تشریعی نبوت کے قائل ہیں۔ مگر ان کی درج ذیل عبارت ملاحظہ ہو۔

" فما بقي للاولياء اليوم بعد ارتفاع النبوة الا التعريفات وانسدت ابواب الاوامر الالهية والنواهي فمن ادعاها بعد محمد صلى الله عليه وسلم فهو مدع شريعة اوحي بها اليه سواء وافق بها شرعنا أو خالف."

"پس نبوت کے ختم ہو جانے کے بعد اولیاء اللہ کیلئے صرف معارف باقی رہ گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی امر (کسی چیز کا حکم) یا نہی (کسی چیز سے منع کرنا) کے دروازے بند ہو چکے۔ اب ہر وہ شخص جو اس کا دعویٰ کرے وہ درحقیقت شریعت کا مدعی ہے خواہ اس کا الہام ہماری شریعت کے موافق ہو یا مخالف۔" (فتوحات مکیہ جلد ۳ صفحہ ۵۱)

اس عبارت نے واضح کر دیا کہ:

۱۔ شیخ اکبر کے نزدیک مدعی شریعت صرف وہ نہیں ہے جو شریعت محمدیہ کے بعد نئے احکام لائے بلکہ وہ مدعی نبوت بھی انکے نزدیک مدعی شریعت ہے جسکی وحی بالکل شریعت محمدیہ کے موافق ہی ہو۔

۲۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جس طرح نئی شریعت کا دعویٰ ختم نبوت کا انکار ہے، شریعت محمدیہ کے موافق وحی کا دعویٰ بھی ختم نبوت کا انکار ہے۔

۳۔ شیخ اکبر کے نزدیک تشریعی نبوت سے مراد وہ نبوت ہے جسے شریعت نبوت کہے۔ خواہ وہ نبوت شریعت جدیدہ کی مدعی ہو اور خواہ شریعت محمدیہ کی موافقت کا دعویٰ کرے، پس غیر

تشریعی نبوت سے مراد کمالات نبوت اور کمالات ولایت ہوں گے جن پر شریعت نبوت کا اطلاق نہیں کرتی اور وہ نبوت نہیں کہلاتی۔

عارف باللہ امام شعرانی نے "الیواقیت والجواہر" میں شیخ اکبر کی مندرجہ بالا عبارت نقل کرتے ہوئے اسکے ساتھ یہ الفاظ بھی نقل کئے ہیں۔

"فان کان مکلفاً ضربنا عنقه والا فضربنا عنه صفحاً"

(الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۸)

"اگر وہ شخص مکلف یعنی عاقل بالغ ہو تو ہم پر اس کا قتل واجب ہے ورنہ اس سے اعراض کیا جائے گا۔"

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

مرزائیت کی اِسلام دشمنی

۱۔ استعماری اور سامراجی کردار

۲۔ جہاد کی تنسیخ

۳۔ عالم اِسلام سے غداری

۴۔ اکھنڈ بھارت

۵۔ سیاسی عزائم، منصوبے اور سرگرمیاں

یورپی استعمار اور مرزائیت

پہلی بات کہ مرزا صاحب اور اسکے پیروکار یورپی استعمار کے آلہ کار ہیں۔ ایک ایسی کھلی حقیقت ہے جس کا نہ صرف مرزا قادیانی کو اعتراف ہے بلکہ وہ فخر و مباہات کے ساتھ ببانگ دہل ان باتوں کا اپنی ہر تحریر اور تصنیف میں اعلان کرتے پھرتے ہیں۔ وہ بلا جھجک اپنے کو انگریزوں کا خود کاشتہ پودا اور خاندانی وفادار اور سلطنت انگلشیہ کو آقائے ولی نعمت اور رحمت خداوندی اور انگریزوں کی اطاعت کو مقدس دینی فریضہ قرار دیتے ہیں۔ ادھر انگریزی حکام اور سامراج بھی دل کھول کر ان کی وفاشعاریوں کو سراہتے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یورپ اور برطانیہ مرزا کو اپنے استعماری اور اسلام دشمن مقاصد کے لئے کن طریقوں سے استعمال کرتے رہے۔

اٹھارہویں صدی کا نصف آخر اور یورپی استعمار

اٹھارہویں صدی عیسوی کے نصف آخر ہی میں یورپی سامراج دنیا کے بیشتر حصوں پر اپنے نوآبادیاتی عزائم کے ساتھ حملہ آور ہوا۔ ان سامراجی طاقتوں میں برطانیہ پیش پیش تھا۔ اطالوی، فرانسیسی اور پرتگالی براعظم افریقہ اطالوی سومالی لینڈ، فرانسیسی سومالی لینڈ، پرتگالی مشرقی افریقہ، جرمنی مشرقی افریقہ، اور برطانوی مشرقی افریقہ میں منقسم کرنے کے بعد مشرق وسطی کے بعض علاقوں میں سامراجی ریشہ دوانیوں میں مصروف تھے۔ اٹلی نے اریٹیریا، فرانس نے جزیرہ مڈگاسکر اور برطانیہ نے رھوڈیشیا اور یوگنڈا کو نوآبادیوں میں تقسیم کر دیا۔ نام نہاد خود مختار علاقوں میں یونین آف ساؤتھ افریقہ کے علاوہ مصر، حبشہ اور لائبیریا کا شمار ہوتا تھا۔ یورپی سامراج نے اس زمانے میں ہندوستان، ... لنکا کو زیر نگیں لانے کے لئے کشمکش کا آغاز کر دیا تھا اور بحر ہند کو اپنی استعماری سرگرمیوں کا آماجگاہ بنالیا۔ مشرقی ساحل پر ملائی ریاستوں میں سنگاپور ایک اہم بحری اڈہ تھا جس کو بنیاد بنا کر بحر ہند، بحر الکاہل، ڈچ ایسٹ انڈیز اور جنوبی آسٹریلیا کو جدا جدا کیا جا سکتا تھا۔ استعماری طاقتوں کو اپنے مذموم

ایک حواری نبی کی ضرورت

ایک برطانوی دستاویز "دی ارائیول آف برٹش امپائر ان انڈیا" میں ہے اور بیرونی ترجم شواہد بھی اس کی تائید کرتے ہیں کہ "۱۸۶۹ء میں انگلینڈ سے برطانوی مدبروں اور مسیحی رہنماؤں کا ایک وفد اس بات کا جائزہ لینے برصغیر آیا کہ مسلمانوں کو رام کرنے کی ترکیب اور برطانوی سلطنت سے وفاداری کے راستے نکالنے پر غور کیا جائے۔ اس وفد نے ۱۸۷۰ء میں دو رپورٹیں پیش کیں جن میں کہا گیا تھا کہ ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی رہنماؤں کی اندھادھند پیروکار ہیں اگر اس وقت ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جائے اپوسٹالک پرافٹ (APOSTOLIC PROPHET) (حواری نبی) ہونے کا دعویٰ کرے تو بہت سے لوگ اس کے گرد اکٹھے ہو جائیں گے۔ لیکن مسلمانوں میں ایسے کسی شخص کو ترغیب دینا مشکل نظر آتا ہے۔ یہ مسئلہ حل ہو جائے تو پھر ایسے شخص کی نبوت کو حکومت کی سرپرستی میں بطریق احسن پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ اب کہ ہم پورے ہندوستان پر قابض ہیں تو ہمیں ہندوستانی عوام اور مسلمان جمہور کی داخلی بےچینی اور باہمی انتشار کو ہوا دینے کے لئے اس قسم کے عمل کی ضرورت ہے۔

(THE ARRIVAL OF BRITISH EMPIRE IN INDIA) (بحوالہ عجمی اسرائیل صفحہ ۹)

سامراجی ضرورتیں۔ مرزا صاحب اور ان کا خاندان

یہ ماحول تھا۔ اور سامراجی ضرورتیں تھیں جس کی تکمیل مرزا غلام احمد کے دعویٰ نبوت اور تنسیخ جہاد کے اعلان نے کی اور بقول علامہ اقبال یہ حالات تھے کہ "قادیانی تحریک فرنگی استبداد کے حق میں الہامی سند بن کر سامنے آئی۔" (حرف اقبال صفحہ ۱۲۵)

انگریز کو مرزا غلام احمد سے بڑھ کر کوئی اور موزوں شخص ان کے مقاصد کیلئے مل بھی نہیں سکتا تھا۔ اس لئے کہ مسلمانوں کے مقابلہ میں کافروں کی حمایت اور مسلم دشمنی اس کو خاندانی ورثہ میں ملی تھی۔

مرزا کا والد غلام مرتضیٰ اپنے بھائیوں سمیت مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوج میں داخل ہوا اور سکھوں کے لئے قابل قدر خدمات انجام دیں۔ پہلے سکھوں سے مل کر مسلمانوں سے لڑا۔ جس کے صلہ میں رنجیت سنگھ نے ان کو کچھ جائیداد واگزار کردی۔

مرزا صاحب کی سیرت میں ہے کہ ۱۸۴۲ء میں انکا والد ایک پیادہ فوج کا کمیدان بنا کر پشاور روانہ کیا گیا اور ہزارہ کے مفسدے (یعنی سید احمد شہید اور مجاہدین کے جہاد) میں اس نے کارہائے نمایاں انجام دیئے (آگے ہے) کہ یہ تو تھا ہی سرکار کا نمک حلال ۱۸۴۸ء کی بغاوت میں ان کے ساتھ اسکے بھائی غلام محی الدین (مرزا غلام احمد کے چچا) نے بھی اچھی خدمات انجام دی، ان لوگوں نے سکھوں کے باغیوں سے مقابلہ کیا ان کو شکست فاش دی۔

(سیرت مسیح موعود صفحہ ۴، مرتبہ مرزا بشیر الدین محمود مطبوعہ اللہ بخش سٹیم پریس قادیان)

۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی میں مرزا غلام احمد کے والد مرزا غلام مرتضیٰ نے انگریز کا حق نمک یوں ادا کیا کہ خود مرزا غلام احمد کو اعتراف ہے کہ:

"میں ایک ایسے خاندان سے ہوں کہ جو اس گورنمنٹ کا پکا خیر خواہ ہے۔ میرا والد میرزا غلام مُرتضیٰ گورنمنٹ کی نظر میں ایک وفادار اور خیر خواہ آدمی تھا جن کو دربار گورنری میں کرسی ملتی تھی اور جن کا ذکر مسٹر گریفن صاحب کی تاریخ رئیسان پنجاب میں ہے اور ۱۸۵۷ء میں انہوں نے اپنی طاقت سے بڑھکر سرکار انگریزی کو مدد دی تھی۔ یعنی پچاس سوار اور گھوڑے بہم پہنچا کر عین زمانہ غدر کے وقت سرکار انگریزی کی امداد میں دیئے تھے۔"

(اشتہار واجب الاظہار منسلک کتاب البریہ صفحہ ۳ از مرزا غلام احمد) (خزائن ج ۱۳ ص ۴)

اس کے بعد مرزا غلام احمد کے والد اور بھائی غلام قادر کو انگریزی حکام نے اپنی خوشنودی کے اظہار اور ان کی خدمات کے اعتراف کے طور پر جو خطوط لکھے ان خطوط کا تذکرہ بھی محولہ بالا کتاب میں

ہو اگر قوتِ فرعون کی درپردہ مرید
قوم کے حق میں ہے لعنت وہ کلیم اللّٰہی

اقبال علیہ الرحمہ

اسلام کے ایک قطعی عقیدہ جہاد کی تنسیخ

انگریز کی ان وفا شعاریوں کا نتیجہ تھا کہ مرزا قادیانی نے حکم جہاد کے منسوخ ہونے کا اعلان کر دیا۔ جہاد اسلام کا ایک مقدس دینی فریضہ ہے۔ اسلام اور مسلمانوں کی بقا کا دارومدار اسی پر ہے۔ شریعت محمدی نے اسے قیامت تک اسلام اور نظام اسلام کی حفاظت اور اعلائے کلمۃ اللہ کا ذریعہ بنایا ہے۔ قرآن کریم کی بے شمار آیات اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث اور خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی عملی زندگی اس بات پر شاہد ہے۔ یہ سب باتیں جہاد کو ہر دور میں مسلمانوں کے لئے ایک روح افزا عبادت بناتی رہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد ہے

الجهاد ماض الى يوم القيامة (ابوداؤد)

وقاتلوهم حتى لا تكون فتنة ويكون الدين كله لله اور ان سے اس وقت تک لڑو کہ فتنہ فساد باقی نہ رہے اور دین اللہ کا ہو جائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسری حدیث میں فریضہ جہاد کی تاقیامت ابدیت اس طرح ظاہر فرمائی ہے:

لن يبرح هذا الدين قائما يقاتل عليه عصابة من المسلمين حتى تقوم الساعة

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا یہ دین قائم رہے گا اور مسلمانوں کی ایک جماعت قیامت تک جہاد کرتی رہے گی۔ (مسلم بحوالہ مشکوٰۃ صفحہ ۳۳۰)

لیکن مرزا غلام احمد نے انگریز کے بچاؤ اور تحفظ اور عالم اسلام کو ہمیشہ انکی طوق غلامی میں بند ھنے اور کافر حکومتوں کے زیر سایہ مسلمانوں کو اپنی سیاسی اور مذہبی سازشوں کا شکار بنانے کی خاطر نہایت شد ومد سے عقیدہ جہاد کی مخالفت کی۔ اور نہ صرف برصغیر میں بلکہ پورے عالم اسلام میں جہاں جہاں بھی اس کو ظاہری اور خفیہ سرگرمیوں کا موقع مل سکا جہاد کے خلاف نہایت شدت سے پروپیگنڈہ کیا گیا۔ مرزا صاحب کو جہاد حرام کرانے کی ضرورت کیا تھی۔ اس کا جواب ہمیں لارڈ ریڈنگ وائسرائے ہند کے نام قادیانی جماعت کے ایڈریس مندرجہ اخبار الفضل قادیان ۷۰ ۹ مورخہ ۲ رجولائی ۱۹۲۱ء سے نہایت واضح طور پر مل سکتا ہے۔ جس میں کہا گیا:

''جس وقت آپ (مرزا غلام احمد) نے دعویٰ کیا۔ اس وقت تمام عالم اسلام جہاد کے خیالات سے گونج رہا تھا۔ اور عالم اسلام کی ایسی حالت تھی کہ وہ پٹرول کے پیپہ کی طرح بھڑ کنے کیلئے صرف ایک دیا سلائی کا محتاج تھا۔ مگر بانی سلسلہ نے اس خیال کی لغویت اور خلاف اسلام اور خلاف امن ہونے کے خلاف اس قدر زور سے تحریک شروع کی کہ ابھی چند سال نہیں گذرے تھے کہ گورنمنٹ کو اپنے دل میں اقرار کرنا پڑا کہ وہ سلسلہ جسے وہ امن کیلئے خطرہ کا موجب خیال کر رہی تھی اس کے لئے غیر معمولی عنایت کا موجب تھا۔ (حوالہ بالا)

جہاد منسوخ ہونے اور دنیا سے جہاد کا حکم تا قیامت اٹھ جانے پر مرزا صاحب کس قدر شد ومد سے زور دیتے ہیں۔ ان کا اندازہ ان کی حسب ذیل عبارات سے لگایا جاسکتا ہے۔ اپنی کتاب اربعین ۴ میں صفحہ ۱۵ کے حاشیہ پر خ ۴۴۳ ج ۱۷ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

''جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ کم کرتا گیا ہے حضرت موسیٰ کے وقت (۱) میں اسقدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے بچا نہیں سکتا تھا اور شیر خوار بچے بھی قتل کئے جاتے تھے۔ پھر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بچوں اور بڈھوں اور عورتوں کا قتل کرنا حرام کیا گیا اور پھر بعض قوموں

رسالہ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد صفحہ ۱۴ (رخ ۱۵ ج ۱۷) پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

"دیکھو میں (غلام احمد قادیانی) ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے۔"

ان تمام عبارات سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک جہاد کی مخالفت کا خاص حالات سے مجبوریوں کا تقاضا نہیں بلکہ اب اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے منسوخ حرام اور ختم سمجھا جائے نہ اس کیلئے شرائط پوری ہونے کا انتظار ہے اور کسی پوشیدہ طور بھی اس کی تعلیم جائز نہیں۔

تریاق القلوب صفحہ ۳۲۲ (رخ، ج ۱۵ ص ۵۱۸) میں لکھتے ہیں کہ:

"اس فرقہ (مرزائیت) میں تلوار کا جہاد بالکل نہیں اور نہ اس کی انتظار ہے۔ بلکہ یہ مبارک فرقہ نہ ظاہر طور پر اور نہ پوشیدہ طور پر جہاد کی تعلیم کو ہرگز جائز نہیں سمجھتا اور قطعاً اس بات کو حرام جانتا ہے کہ دین کی اشاعت کیلئے لڑائیاں کی جائیں۔"

"اب زمینی جہاد بند کئے گئے اور لڑائیوں کا خاتمہ ہو گیا۔"

"آج سے دین کے لئے لڑنا حرام کیا گیا۔" (ایضاً) (رخ، ج ۱۶ ص ۱۷)

مرزائی تاویلات کی حقیقت

نسخ جہاد کے بارے میں ان واضح عبارات کے باوجود مرزائیوں کی دونوں جماعتیں آج کہتی ہیں کہ چونکہ ۱۸۵۷ء کے بعد انگریزی سلطنت قائم ہو گئی اور وسائل جہاد مفقود تھے اسلئے وقتی طور پر جہاد کو موقوف کیا گیا۔ آیئے ہم اس غلط تاویل اور مرزا کی غلط وکالت کا جائزہ لیں۔

(۱) پچھلی چند عبارات سے ایک منصف مزاج شخص بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے کہ مرزا صاحب کے ہاں جہاد کی ممانعت ایک وقتی حکم نہیں۔ نہ وہ کچھ وقت کے لئے موقوف۔ بلکہ وہ مکمل طور پر جہاد کے خاتمہ، اسکی انتظار تک کی نفی اور ظاہری اور پوشیدہ قسم کی تعلیم کو بھی ناجائز اور ہمیشہ کیلئے دین کے لئے لڑنا ممنوع اور منسوخ قرار دیتے ہیں۔

دنیا میں انگریزوں کا ایجنٹ سمجھتی ہے۔ چنانچہ جب قبرص میں احمدیہ عمارت کی افتتاح کی تقریب میں ایک جرمن انگریز نے شمولیت کی تو حکومت نے اس سے جواب طلب کیا کہ کیوں تم ایسی جماعت کی کسی تقریب میں شامل ہوئے جو انگریزوں کی ایجنٹ ہے۔"

اسلامی جہاد منسوخ مگر مرزائی جہاد جائز

(۳) یہ امر حیرت اور تعجب کا باعث ہے کہ ایک طرف تو قادیانیوں نے جہاد کو ہمیشہ کے لئے منسوخ اور حرام قرار دیا مگر دوسری طرف انگریزوں کی فوج میں شامل ہو کر مسلمانوں کے ساتھ لڑنا نہ صرف اسکے لئے جائز بلکہ ضروری تھا۔ گویا ممانعت جہاد کی یہ ساری جدوجہد صرف انگریزوں اور کافروں کے ساتھ مسلمانوں کو جہاد سے روکنے کے لئے تھی کہ وہ نہ تو اپنی عزت و ناموس اور نہ ملک وملت کی بقاء کے لئے لڑیں نہ اپنے دینی اسلامی شعائر معابد ومساجد کے لئے علم جہاد بلند کریں۔ لیکن انگریزی اقتدار کے فروغ وتحفظ کیلئے ان کی فوجوں میں شامل ہو کر بلاد اسلامیہ پر بمباری ایک مقدس فریضہ تھا۔ مرزا محمود احمد نے کہا۔

> "صداقت کے قیام کیلئے گورنمنٹ کی فوج میں شامل ہو کر ان ظالمانہ روکوں کو دفع کرنے کیلئے گورنمنٹ کی مدد احمدیوں کا مذہبی فرض ہے۔"

(خطبہ مرزا محمود احمد، الفضل ۲ مئی ۱۹۱۹ء)

قادیانی جماعت نے لارڈ ریڈنگ کو اپنے ایڈریس میں بھی اپنی جنگی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ کابل سے جنگ میں ہماری جماعت نے علاوہ ہر قسم کی مدد کے ایک ڈبل کمپنی اور ایک ہزار افراد کے نام بھرتی کیلئے پیش کئے اور ہمارے موجودہ امام کے چھوٹے بھائی چھ ماہ تک ٹرانسپورٹ کور میں رضا کارانہ کام کرتے رہے۔ (الفضل ۳ جولائی ۱۹۲۱ء)

ایک اور خطبہ جمعہ میں مرزا محمود احمد نے کہا کہ شاید کابل کے ساتھ ہمیں کسی وقت جہاد ہی کرنا پڑتا (آگے چل کر کہا) کہ پس نہیں معلوم کہ ہمیں کب خدا کی طرف سے دنیا کا چارج سپرد کیا جاتا ہے ہمیں اپنی طرف سے تیار رہنا چاہئے کہ دنیا کو سنبھال سکیں۔

(الفضل ۲۷ر فروری ۲ر مارچ ۱۹۲۲ء)

امن وآشتی اور اسلامی نظری جہاد کو ملاؤں کے وحشیانہ اور جاہلانہ اور بیہودہ خیالات قرار دینے والے مرزائیوں کے حقیقی خدوخال مرزا محمود احمد خلیفہ ثانی کے اِن الفاظ سے اور بھی عیاں ہو جاتی ہے انہوں نے کہا کہ:

”اب زمانہ بدل گیا ہے دیکھو پہلے جو مسیح (حضرت عیسیٰ) آیا تھا اُسے دشمنوں نے صلیب پر چڑھایا مگر اب مسیح اس لئے آیا ہے کہ اپنے مخالفین کو موت کے گھاٹ اتار دے۔“ (عرفان الٰہی صفحہ ۹۳)

”پہلے عیسیٰ کو تو یہودیوں نے صلیب پر لٹکایا مگر اب (مرزا غلام احمد) اس زمانے کے یہودی صفت لوگوں کو سولی پر لٹکائیں گے۔“

(تقدیر الٰہی صفحہ ۲۹ مصنفہ مرزا محمود احمد)

اس سے اندازہ ہوا کہ اسلام کے نظریہ جہاد کو منسوخ قرار دینے اور سارے عالم اسلام میں اسکے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کے بعد اپنے لئے اور سامراجی مقاصد کے لئے جہاد اور قتال کو جائز قرار دینے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا جا رہا تھا۔ اِن تمام باتوں کو سامنے رکھ کر ہم اس نتیجہ پر پہونچ جاتے ہیں کہ مرزائیوں کے نزدیک مسلمانوں کا کافروں یا خود اُن کے خلاف لڑنا تو ہمیشہ کے لئے حرام تھا۔ مگر عیسائیت کے جھنڈے تلے یا کسی کافر حکومت کے مفاد میں یا خود مرزائیوں کے لئے جہاد اور قتال اور لڑنا لڑانا سب جائز ہے۔

ہے ایک مسلسل طور پر تعلیم مذکورہ بالا پر زور دیتے جانا کسی منافق اور خود غرض کا کام نہیں ہے بلکہ ایسے شخص کا کام ہے جس کے دل میں اس گورنمنٹ کی سچی خیرخواہی ہے۔ ہاں میں اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ میں نیک نیتی سے دوسرے مذاہب کے لوگوں سے مباحثات بھی کیا کرتا ہوں۔۔۔ کہ جبکہ بعض پادریوں اور عیسائی مشنریوں کی تحریر نہایت سخت ہوگئی اور حدِ اعتدال سے بڑھ گئی۔ اور بالخصوص پرچہ نور افشاں میں جو ایک عیسائی اخبار لدھیانہ سے نکلتا ہے نہایت گندی تحریریں شائع ہوئیں۔ اور ان مؤلفین نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نعوذ باللہ ایسے الفاظ استعمال کئے کہ یہ شخص ڈاکو تھا، چور تھا، زنا کار تھا اور صدہا پرچوں میں یہ شائع کیا کہ یہ شخص اپنی لڑکی پر بدنیتی سے عاشق تھا اور بااینہمہ جھوٹا تھا اور لوٹ مار اور خون کرنا اس کا کام تھا۔ تو مجھے ایسی کتابوں اور اخباروں کے پڑھنے سے یہ اندیشہ دل میں ہوا کہ مبادا مسلمانوں کے دلوں پر جو ایک جوش رکھنے والی قوم ہے۔ ان کلمات کا کوئی سخت اشتعال دینے والا اثر پیدا ہو۔ تب میں نے ان جوشوں کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اپنی صحیح اور پاک نیت سے یہی مناسب سمجھا کہ اس عام جوش کو دبانے کے لئے حکمت عملی یہی ہے کہ ان تحریرات کا کسی قدر سختی سے جواب دیا جائے۔ تاکہ سریع الغضب انسانوں کے جوش فرو ہوجائیں اور ملک میں کوئی بے امنی پیدا نہ ہو۔ تب میں نے بمقابل ایسی کتابوں کے جن میں کمال سختی سے بدزبانی کی گئی تھی چند ایسی کتابیں لکھیں جن میں کسی قدر بالمقابل سختی تھی۔ کیونکہ میرے کانشنس نے قطعی طور پر مجھے فتویٰ دیا کہ اسلام میں جو بہت سے وحشیانہ جوش رکھنے والے آدمی موجود ہیں۔ ان کے غیظ وغضب کی آگ بجھانے کے لئے یہ طریق کافی ہوگا۔“

(صفحہ ۳۰۸، ۳۰۹) ﷺ خزائن ج ۱۵ ص ۴۸۹، ۴۹۰ ﷺ

چند سطور کے بعد لکھتے ہیں:

"سو مجھ سے پادریوں کے مقابل پر جو کچھ وقوع میں آیا یہی ہے کہ حکمت عملی سے بعض وحشی مسلمانوں کو خوش کیا گیا اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ میں تمام مسلمانوں میں سے اول درجہ کا خیر خواہ گورنمنٹ انگریزی کا ہوں۔ کیونکہ مجھے تین باتوں نے خیر خواہی میں اول درجہ کا بنا دیا ہے۔

(۱) اول والد مرحوم کے اثر نے

(۲) دوم اس گورنمنٹ عالیہ کے احسانوں نے۔

(۳) تیسرے خدا تعالیٰ کے الہام نے۔"

(صفحہ ۳۰۹-۳۱۰) خزائن ج ۱۵ص ۴۹۱

دوسری بڑی وجہ مرزا صاحب کے اپنے علمی تحریرات اور مناظروں کی یہ تھی کہ وہ ابتداءً اس طرح عام مسلمانوں کی عقیدت اور توجہات اپنی طرف مبذول کراتے چلے گئے اور ساتھ ہی ساتھ اسلام کے دفاع میں جن مسائل پر بحث کا بازار گرم کرتے اسی میں آئندہ اپنے دعویٰ نبوت و رسالت کے لئے فضا بھی ہموار کرتے چلے گئے اور اسلام کی تبلیغ کے نام پر شکر میں لپٹی ہوئی زہر کی ایک مثال آریہ سماج سے معجزات انبیاء کے اثبات پر مرزا صاحب کا مناظرہ ہے جس میں اثبات معجزات کے ضمن میں انہوں نے یہ بھی ثابت کرنا چاہا ہے کہ ہر دور اور ہر زمانہ میں معجزات کا صدور متوقع ہے ظاہر ہے کہ معجزہ بنیادی طور پر نبوت و رسالت کا لازمہ ہے اور جب نبوت و رسالت حضور نبی کریم پر ختم ہو چکی تھی تو اس کے لوازمات معجزات وحی وغیرہ کا ہر دور میں متوقع ہونا بحث و مناظروں کے پردہ میں اپنی جھوٹی نبوت کے پیش بندی نہ تھی تو اور کیا چیز تھی؟۔

تصنیفی ذخیرہ

درحقیقت جب ہم مرزا غلام احمد کی ربع صدی کی تصنیفی وعلمی زندگی پر نظر ڈالتے ہیں تو ان کی تمام تحریری وتقریری سرگرمیوں کا محور صرف یہی ملتا ہے کہ انہوں نے چودہ سو سال کا ایک متفقہ، طے شدہ اجماعی "مسئلہ حیات ونزول مسیح" کو نشانۂ تحقیق بنا کر اپنی ساری جدوجہد وفات مسیح اور مسیح موعود ہونے کے دعوی پر مبذول کر دی۔ مسلمانوں کو عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث اور ہندوؤں کے عقیدۂ تناسخ کی طرح ظلی وبروزی اور مجازی گورکھ دھندوں میں الجھانا چاہا۔ جدلیت اور سفسطوں کا ایک نہ ختم ہونے والا چکر، یہ مرزا صاحب کی علمی اور تبلیغی خدمات کا دوسرا نام ہے۔ اگر ان کی تصنیفات سے ان کے متضاد دعوے اور ان سے پیدا ہونے والے مسائل ومباحث نکال لئے جائیں تو جو کچھ بچتا ہے وہ جہاد کی حرمت اور حکومت انگلشیہ کی اطاعت، دلی وفاداری اور اخلاص کی دعوت ہے۔ جبکہ ہندوستان پہلے سے ذہنی وفکری اور سیاسی انتشار کا مرکز بنا ہوا تھا اور عالم اسلام مغرب۔ دہریت تہذیب اور خود فراموش تمدن کی لپیٹ میں تھا مگر ہمیں مرزا صاحب کی تصانیف اور "علمی خدمات" میں انبیاء کرام کے طریق دعوت کے مطابق کوئی بھی وقیع اور کام کی بات نہیں ملتی۔ سوائے اس کے کہ انہوں نے اپنے قلم اور زبان کے ذریعے مذہبی اختلافات اور دینی جھگڑوں کے شکار ہندوستانی مسلمانوں کو مزید ذہنی انتشار اور غیر ضروری مذہبی کشمکش میں ڈال کر ان کا شیرازۂ اتحاد پاش پاش کرنے کی کوشش کی۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

ہے زندہ فقط وحدتِ افکار سے ملّت
وحدت ہو فنا جس سے وہ الہام بھی الحاد

اقبال: ضربِ کلیم

مرزائیت اور عالم اسلام

اسلامی وحدت ختم نبوت ہی سے استوار ہوتی ہے

''ہر ایسی مذہبی جماعت جو تاریخی طور پر اسلام سے وابستہ ہو لیکن اپنی بنیاد نئی نبوت پر رکھے اور بزعم خود اپنے الہامات پر اعتقاد نہ رکھنے والے تمام مسلمانوں کو کافر سمجھے، مسلمان اسے اسلام کی وحدت کیلئے خطرہ تصور کرے گا اور یہ اس لئے کہ اسلامی وحدت ختم نبوت ہی سے استوار ہوتی ہے۔ قادیانیت باطنی طور پر اسلام کی روح اور مقاصد کیلئے مہلک ہے۔ یہ اپنے اندر یہودیت کے اتنے عناصر رکھتی ہے، گویا یہ تحریک ہی یہودیت کی طرف رجوع ہے۔''

اقبال: حرف اقبال

سامراجی عزائم کی تکمیل

سابقہ تفصیلات کے علاوہ مرزا غلام احمد اور اس کی جماعت نے پورے عالم اسلام کے ساتھ استعماری عزائم کی تکمیل کی خاطر جو رویہ اختیار کیا اس کی چند مثالوں پر اکتفا کرتے ہوئے فیصلہ خود ہر انصاف پسند شخص پر چھوڑا جاتا ہے کہ کیا ایسی جماعت سامراجی جماعت کہلانے کی مستحق نہیں؟ اور یہ کہ اُس نے پورے عالم اسلام کے اتحاد اور سلامتی کو برباد کرنے کی کوششیں کیں یا نہیں؟ اور یہ کہ عالم اسلام کو نوآبادیاتی نظام میں جکڑنے اور انگریزوں کا غلام بنانے میں قادیانیوں کی تمام تر ہمدردیاں انگریزوں کے ساتھ تھیں یا نہیں؟ وہ انگریزوں کے فتح پر چراغاں مناتے، خوشی کے جشن برپا کرتے، انگریزی فوج کو "ہماری فوج" اور مقابلہ میں مسلمانوں کو دشمن کی فوج قرار دیتے۔

عراق و بغداد

جب انگریزوں نے عراق پر قبضہ کرنا چاہا اور اس غرض کے لئے لارڈ ہارڈنگ نے عراق کا دورہ کیا تو مشہور قادیانی اخبار الفضل نے کہا:

> "یقیناً اس نیک دل افسر (لارڈ ہارڈنگ) کا عراق میں جانا عمدہ نتائج پیدا کرے گا۔ ہم ان نتائج پر خوش ہیں۔ کیونکہ خدا ملک گیری اور جہاں بانی اسی کے سپرد کرتا ہے جو اسکی مخلوق کی بہتری چاہتا ہے اور اسی کو زمین پر حکمراں بناتا ہے جو اس کا اہل ہوتا ہے۔ پس ہم پھر کہتے ہیں کہ ہم خوش ہیں کیونکہ ہمارے خدا کی بات پوری ہوتی ہے اور ہمیں امید ہے کہ برٹش حکومت کی توسیع کے ساتھ ساتھ ہمارے لئے اشاعت اسلام کا میدان بھی وسیع ہو جائیگا اور غیر مسلم کو مسلم بنانے کے ساتھ ہم مسلمان کو پھر مسلمان کریں گے۔

> (الفضل قادیان جلد ۲ نمبر ۱۰۳ مورخہ ۱۱ر فروری ۱۹۱۵ء)

پھر اس واقعہ کے آٹھ سال بعد جب انگریزوں نے بغداد پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کو شکست

فتح عراق کے بعد پہلا امریکی ایجنڈا

مسئلہ فلسطین اور قیام اسرائیل سے ابھرا چیلنج

بالآخر جب برطانوی وزیر خارجہ مسٹر بالفور کے ۱۹۱۷ء کے اعلان کے مطابق ۱۹۴۸ء میں بڑی ہوشیاری سے اسرائیل کا قیام عمل میں آیا، تو چن چن کر فلسطین کے اصل باشندوں کو نکال دیا گیا۔ مگر یہ سعادت صرف قادیانیوں کو نصیب ہوئی کہ وہ بلاخوف جھجک وہاں رہیں اور انہیں کوئی تعرض نہ کیا جائے۔ خود مرزا بشیر الدین محمود نہایت فخریہ انداز میں اس کا اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

> ''عربی ممالک میں بے شک ہمیں اس قسم کی اہمیت حاصل نہیں جیسی ان (یورپی اور افریقی) ممالک میں ہے پھر بھی ایک طرح کی اہمیت ہمیں حاصل ہوگئی ہے اور وہ یہ کہ فلسطین کے عین مرکز میں اگر مسلمان رہے تو وہ صرف احمدی ہیں۔
>
> (الفضل لاہور صفحہ ۵، ۳۰ اگست ۱۹۵۰ء)

مرزا محمود کے جماعت کو اس طرح کی اہمیت کیوں نہ ملتی، جبکہ مرزا محمود خلیفہ دوم نے فلسطین میں یہودی ریاست اسرائیل کے قیام و استحکام میں صیہونیوں سے بھرپور تعاون کیا''

(ماہنامہ الحق جلد ۹ شمارہ ۲، بحوالہ تاریخ احمدیت از دوست محمد شاہد قادیانی)

اور جب عربوں کے قلب کا یہ رستا ہوا ناسور اسرائیل قائم ہوا۔ تمام مسلمان ریاستوں نے اس وقت سے اب تک اس کا مقاطعہ کیا۔ پاکستان کا کوئی سفارتی یا غیر سفارتی مشن وہاں نہیں۔ اسلئے کہ اسرائیل کا وجود بھی پاکستان کے نزدیک غلط ہے، پاکستان عربوں کا بڑا حمایتی ہے۔ موتمر اکرل، کبابیر وغیرہ میں ان کے استعماری اور جاسوسی سرگرمیوں کے اڈے قادیانی مشنریوں کے پردے میں قائم ہوئے۔ یہ تعجب اور حیرت کی بات نہیں تو کیا ہے۔ کافی عرصہ تک جس اسرائیل میں کوئی عیسائی مشن قائم نہ ہو سکا اور بعد میں کچھ عیسائی مشنیں قائم ہوئیں تو اسرائیل کے سب سے بڑے ربی شلوگورین نے آرچ بشپ آف کنٹربری، ڈاکٹر ریمزے اور کارڈینل پادری جی نان سے خصوصی ملاقات کرکے ان پر زور دیا کہ اسرائیل میں عیسائی مشنریوں پر پابندی عائد کریں۔

عیسائی مشنوں کے خلاف اسرائیل میں منظم تحریک چلی، عیسائی مراکز پر حملے ہوئے، دکانوں اور بائبلوں کے نسخوں کو جلانا معمول بن گیا۔ مگر ۱۹۴۸ء سے تقریباً تک ۳۶ سال (بلکہ ۱۹۴۸ء سے اب

۲۰۰۰ء تقریباً پون صدی تک کبھی یہودیوں نے قادیانیوں کے خلاف کوئی آواز یا اختلافی بیان، نہ ان کے لٹریچر کو روکا، نہ کوئی معمولی رکاوٹ ڈالی جو اس کا واضح ثبوت ہے کہ وہ مرزائیوں کو اپنے مفادات کی خاطر تحفظ دے رہے ہیں۔

اسلامی تبلیغ کے نام پر مسلمانوں اور پاکستان کے سب سے بڑے دشمن اسرائیل میں قادیانیوں کا مشن ایک خطرناک فکریہ نہیں تو اور کیا ہے۔ اس خطرناک فکریہ جو حلقوں کے مختلف وقتوں سے بے چینی اور اضطراب اور پاکستان سے ہو وہ فکر کا باعث بن رہا تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ مشن عرب ریاستوں کی جاسوسی، فوجی راز معلوم کرنے، عالم اسلام کے معاشی، اخلاقی حالات اور دینی جذبات معلوم کرنے، عرب مجاہدوں کے خلاف کارروائیاں کرنے اور عالمی استعمار اور یہودی استحصال کے نئے راستے تلاش کرنے میں سرگرم رہتے ہیں۔

اسرائیلی مشن

قیام اسرائیل سے لے کر اب تک مسٹر ظفر اللہ خان کی اس سازش میں تگ و دو کسی سے مخفی نہیں۔ لیکن جب آپ وزیر خارجہ تھے تو کسی نے ربوہ کے تحت اسرائیلی مشن کے بارہ میں سوال کیا تو آپ نے روایتی عیاری سے کام لے کر کہا کہ حکومت پاکستان کو تو اس کا علم نہیں۔ ش

الامان ز حرف پہلو دار تو

لیکن جب پچھلے دنوں اخبارات میں اسرائیل کے قادیانی مشن کا چرچا ہوا تو بڑی ہوشیاری سے کہا گیا کہ اسرائیلی مشن تو قادیان بھارت کے ماتحت ہے۔ یہ ایک ایسا جھوٹ تھا کہ خود ربوہ کی تحریک جدید کے سالانہ بجٹ ۶۷-۱۹۶۶ء سے اس کی قلعی کھل جاتی ہے۔ اس بجٹ کے صفحہ ۲۵ پر مشنوں کے بیرون کے ضمن میں اسرائیل میں واقع حیفہ کے قادیانی مشن کی تفصیل دی گئی۔ جس کی فوٹو اسٹیٹ کاپی اگلے صفحہ پر شامل ہے۔

☆☆☆☆☆

ISRAEL MISSION

The Ahmadiyya Mission in Israel is situated in Haifa at Mount Karmal. We have a mosque there, a Mission House, a library, a book depot, and a school. The mission also brings out a monthly, entitled *Al-Bushra* which is sent out to thirty different countries accessible through the medium of Arabic. Many works of the Promised Messih have been translated into Arabic through this mission.

In many ways this Ahmadiyya Mission has been deeply affected by the Partition of what formerly was called Palestine. The small number of Muslims left in Israel derive a great deal of strength from the presence of our mission which never misses a chance of being of service to them. Some time ago, our missionary had an interview with the Mayor of Haifa, when during the discussion on many points, he offered to build for us a school at Kababeer, a village near Haifa, where we have a strong and well-established Ahmadiyya community of Palestinian Arabs. He also promised that he would come to see our missionary at Kababeer, which he did later, accompanied by four notables from Haifa. He was duly received by members of the community, and by the students of our school, a meeting having been held to welcome the guests. Before his return he entered his impressions in the Visitors' Book.

Another small incident, which would give readers some idea of the position our mission in Israel occupies, is that in 1956 when our missionary Choudhry Muhammad Sharif, returned to the Headquarters of the movement in Pakistan, the President of Israel sent word that he (our missionary) should see him before embarking on the journey back: Choudhry Muhammad Sharif utilized the opportunity to present a copy of the German translation of the Holy Quran to the President, which he gladly accepted. This interview and what transpired at it was widely reported in the Israeli Press, and a brief account was also broadcast on the radio.

(OUR FOREIGN MISSIONS)
(by Mirza Mubarak Ahmad)

مخالفت جہاد کی مہم جو دراصل انگریز کی تھی وہی پورے عالم اسلام اور پاکستان میں
ان کی منظور نظر بن گئی تھی واضح رہے کہ بہت جلد جب ہمارے ان قوتوں اور
صیہونیوں کو مشرقی پاکستان کی شکل میں اپنی جذبات عداوت نکالنے کا موقع ہاتھ آیا تو
اسرائیلی وزیر خارجہ ابا ایبان نے نہ صرف اس تحریک علیحدگی کو سراہا بلکہ بروقت
ضروری ہتھیار بھی فراہم کرنے کی پیشکش کی۔

(ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک ص ۸ بحوالہ ... بیروت ۲ جنوری ۱۹۷۲ء)

اس کی تائید موجودہ وزیراعظم ذوالفقار علی بھٹو کے اس بیان سے اور زیادہ تقویت ملتی ہے جس میں انہوں نے انکشاف کیا کہ پاکستان کے عام انتخابات ۱۹۷۰ء میں اسرائیلی روپیہ پاکستان میں آیا اور انتخابی مہم میں اس کا استعمال ہوا۔ آخر وہ روپیہ مرزائیوں کے ذریعہ نہیں تو کس ذریعہ سے آیا اور پاکستان کے وجود کے خلاف "تل ابیب" میں تیار کی گئی سازش جس کا انکشاف بھٹو صاحب نے "الاہرام" مصر کے ایڈیٹر حسنین ہیکل کو انٹرویو دیتے ہوئے کیا کیسے پروان چڑھی جبکہ پاکستان کے اسرائیل کے ساتھ سوائے قادیانی مشنوں کے اور کوئی رابطہ نہیں تھا۔

اگر قادیانی جماعت بین الاقوامی صیہونیت کی آلہ کار نہ ہوتی اور عالم اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس کا کردار تخریب کارانہ نہ ہوتا تو کبھی بھی اسرائیل کے دروازے ان پر نہ کھلتے۔ قادیانی اس پردہ میں بڑا مرحلہ تبلیغ و دعوت اسلام کے پردہ میں پناہ ڈھونڈتے ہیں مگر یہ سوال اپنی جگہ قائم رہے گا۔ اسرائیل میں کیا یہ تبلیغ ان یہودیوں پر کی جاتی ہے جنہوں نے صیہونیت کے خنجر سے چپہ چپہ اور راہ راہ اور جان کو خون آلود کیا اور تمام مظالم کے تحت اسرائیل میں گھیرے ہوئے ہیں یا ان بچے کھچے مسلمان عربوں پر مشق تبلیغ کی جاتی ہے جو پہلے سے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلقہ بگوش ہیں اور صیہونیت کے مظالم سہہ رہے ہیں۔

اسرائیل نے ۱۹۶۷ء اور پھر ۱۹۷۳ء میں عربوں پر مغربی حلیفوں کی مدد سے بھرپور جارحانہ جنگ چھیڑی تو قادیانیوں کو اسرائیل سے باہمی روابط و تعلقات کے تقاضے پورا کرنے اور حق دوستی

جانشین ہو اور دنیاوی لحاظ سے اس کو اپنا بادشاہ اور سلطان یقین کریں، جس کی حکومت کے نیچے ہم رہتے ہیں۔ پس ہمارے خلیفہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے خلیفہ ثانی ہیں اور ہمارے بادشاہ حضور سلطان ملک معظم ہیں۔ سلطان ٹرکی ہرگز خلیفۃ المسلمین نہیں۔

قادیانی، صیغہ اُمورِ عامہ کا اعلان (۲)

''اخبار لیڈر الہ آباد مجریہ ۲۱ر جنوری ۱۹۲۰ء میں خلافت کانفرنس کا ایڈریس بخدمت جناب وائسرائے شائع کیا گیا ہے۔ فہرست دستخط کنندگان میں مولوی ثناء اللہ امرتسری کے نام سے پہلے کسی شخص مولوی محمد علی قادیانی کا نام درج ہے۔ مولوی محمد علی کے نام کے ساتھ قادیانی کا لفظ محض لوگوں کو دھوکہ دینے کیلئے لکھا گیا ہے۔ ورنہ قادیان یا قادیان سے کوئی تعلق رکھنے والا احمدی نہیں ہے۔ جو سلطان ٹرکی کو خلیفۃ المسلمین تسلیم کرتا ہو معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری سرگروہ غیر مبائع ہیں۔ لیکن وہ لفظ قادیانی کے ساتھ لکھنے کے ہرگز مستحق نہیں ہیں۔ نہ اس لئے کہ وہ قادیان کے باشندہ ہیں۔ اور نہ اس لئے کہ مرکز قادیان سے تعلق رکھتے ہیں.... لہٰذا بذریعہ اس اعلان کے پبلک کو مطلع کیا جاتا ہے کہ قادیان سے تعلق رکھنے والے کسی احمدی کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ کہ سلطان ٹرکی خلیفۃ المسلمین ہے۔''

(مندرجہ اخبار الفضل قادیان جلد ۷ نمبر ۶۱، ۶ر فروری ۱۹۲۰ء)

خلافت عثمانیہ کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور عربوں کو ترکوں سے لڑانے میں قادیانی انگریز کے شانہ بشانہ شریک رہے اس کا ایک اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے جو دمشق کے ایک مطبوعہ رسالہ ''القادیانیہ'' میں مرزائیوں کے سیاسی خط و خال اور استعماری فرائض و مناصب کی نشاندہی کے بعد

کابل نے سنگسار کردیا ہے اسلئے دربار افغانستان سے باز پرس کیلئے مداخلت کی جائے تم از کم ایسی حکومت اس قابل نہیں کہ مہذب سلطنتوں کیساتھ ہمدردانہ تعلقات رکھنے کے قابل سمجھی جائے۔''

(الفضل قادیان جلد ۱۲ نمبر ۹۵، ۲۸ر فروری ۱۹۲۵ء)

امیر امان اللہ خاں نے نادانی سے انگریزوں کے خلاف جنگ شروع کی

میاں محمود احمد نے اپنے خطبہ جمعہ مطبوعہ الفضل جلد ۶، ۲۷ر مئی ۱۹۱۹ء میں کہا:

''اس وقت (بعہد شاہ امان اللہ خاں) جو کابل نے انگریزوں کے ساتھ جنگ شروع کی ہے نادانی کی ہے۔ احمدیوں کا فرض ہے کہ گورنمنٹ کی خدمت کریں، کیونکہ گورنمنٹ کی اطاعت ہمارا فرض ہے۔ لیکن افغانستان کی جنگ احمدیوں کے لئے ایک نئی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ کابل وہ زمین ہے جہاں ہمارے نہایت قیمتی وجود مارے گئے اور ظلم سے مارے گئے ...... اور بے سبب اور بلاوجہ مارے گئے۔ پس کابل وہ جگہ ہے جہاں احمدیت کی تبلیغ منع ہے اور اس پر صداقت کے دروازے بند ہیں۔ اس لئے صداقت کے قیام کیلئے گورنمنٹ برطانیہ کی فوج میں شامل ہوکر ان ظالمانہ روکوں کو دفع کرنے کیلئے گورنمنٹ برطانیہ کی مدد کرنا احمدیوں کا مذہبی فرض ہے۔ پس کوشش کرو کہ تمہارے ذریعہ سے وہ شاخیں پیدا ہوں جن کی مسیح موعود نے اطلاع دی۔''

جنگ کابل میں مرزائیوں کی انگریزوں کو معقول امداد

''جب کابل کے ساتھ جنگ ہوئی تب بھی ہماری جماعت نے اپنی طاقت سے بڑھ کر مدد دی اور علاوہ کئی قسم کی خدمات سرانجام دیں۔ ایک ڈبل کمپنی پیش کی بھرتی بوجہ جنگ ہونے کے رک گئی ورنہ ایک ہزار سے زائد آدمی اسکے لئے نام

تعلیم دیتے ہیں اور خود ہمارے سلسلے کے بانی کے چھوٹے صاحبزادے اور
ہمارے موجودہ امام کے چھوٹے بھائی نے اپنی خدمات پیش کیں اور چھ ماہ تک
ٹرانسپورٹ کور میں آنریری طور پر کام کرتے رہے۔"

افریقی ممالک میں استعماری اور صیہونی سرگرمیاں

افریقہ دنیا کا واحد براعظم ہے جہاں سے برٹش امپائر نے اپنا بستر استبداد سب سے آخر میں اٹھایا اور آج تک کچھ علاقے برطانوی سامراجی اثرات کے تحت ہیں۔ مغربی افریقہ میں قادیانیوں نے ابتداء ہی میں برطانوی سامراج کے لئے اڈے قائم کئے اور ان کے لئے جاسوسی کی "دی کیمبرج ہسٹری آف اسلام" مطبوعہ ۱۹۷۰ء میں مذکور ہے۔

"THE AHMADIYYA FIRST APPEARED ON THE WEST AFRICAN COAST DURING THE FIRST WORLD WAR, WHEN SEVERAL YOUNG MEN IN LAGOS AND FREE TOWN JOINED BY MAIL. IN 1921 THE FIRST INDIAN MISSIONARRY ARRIVED TOO UNORTHODOX TO GAIN A FOOTING IN THE MUSLIM INTERIOR THE AHMADIYYA REMAIN CONFINED PRINCIPALLY TO SOUTHERN NIGERIA, SOUTHERN GOLD COAST SIERRALEONE. IT STRENGTHENED THE RANKS OF THOSE MUSLIMS ACTIVELY LOYAL TO THE BRITISH, AND IT CONTRIBUTED TO THE MODERNIZATION OF ISLAMIC ORGANIZATION IN THE AREA."

(THE CAMBRIDGE HISTORY OF ISLAM VOL 2nd EDITED BY HOLT, LOMBTON, AND LEWIS. CAMBRIDGE UNIVERSITY PRESS, 1970 P-400)

ترجمہ: "پہلی جنگ عظیم کے دوران احمدی فرقہ کے لوگ مغربی افریقہ کے
ساحل تک پہنچے جہاں لاگوس اور فری ٹاؤن کے چند نوجوان ان تک پہنچے۔
۱۹۲۱ء میں پہلی ہندوستانی مشنری وہاں آئی۔ اگرچہ یہ لوگ کسی عقیدہ کا پرچار کیں

کتاب کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی ان کی آمد برطانوی فوج کی شکل میں ان کے استعماری مقاصد ہی کے لئے ہوئی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ قادیانی مذہب سے تعلق رکھنے والے دو فوجی ،برٹش پہنچے اُن میں سے ایک کا نام "دین محمد" اور دوسرے کا نام "بابو اسماعیل خان" تھا۔ وہ ستر ہویں رائل انفنٹری سے تعلق رکھتے تھے۔ ۱۹۱۵ء تک یہ فوجی اپنی تبلیغی کارروائیاں (فوجی ہو کر تبلیغی کارروائیاں؟ قابل غور ہے) کرتے رہے۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے "البشیر" الشمبو جلد ۹ شمارہ ۲۴ صفحہ ۸،۷)

دو سال قبل افریقہ میں تبلیغ کے نام پر جو دو اسکیمیں "نصرت جہاں ریزرو فنڈ" اور "آگے بڑھو" جاری کی گئیں، اسکی رقم بیل لندن ہی میں رکھی گئی اور مرزا ناصر احمد نے اکاؤنٹ کھلوایا۔

(الفضل ربوہ ۲۹، جولائی ۱۹۷۳ء)

افریقہ میں اپنی کارگزاریوں کے بارہ میں قادیانی مبلغ برطانیہ میں مقیم ان کے ہائی کمشنروں سے رابطہ قائم کرتے رہتے ہیں اور انہیں معلومات بہم پہنچاتے ہیں۔ برطانوی وزارت خارجہ قادیانیوں کی تمام مشنوں کی حفاظت کرتی ہے۔

اور جب کچھ لوگ برطانوی وزارت خارجہ سے اس تعجب کا اظہار کرتے ہیں کہ برّ اعظم افریقہ میں قادیانیوں کے اکثر مشن برطانوی مقبوضات ہی میں کیوں ہیں اور برطانیہ ان کی حفاظت کرتا ہے اور وہ دیگر مشنریوں سے زیادہ قادیانیوں پر مہربان ہے تو وزارت خارجہ نے جواب دیا کہ سلطنت کے مقاصد تبلیغ کے مقاصد سے مختلف ہیں۔ جواب واضح تھا کہ سامراجی طاقتیں اپنی نو آبادیات میں اپنے سیاسی مفاد اور مقاصد کو تبلیغی مقاصد پر ترجیح دیتی ہیں اور وہ کام عیسائی مبلغین سے نہیں مرزائی مشنوں سے ہی ہو سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

افریقہ میں صیہونیت کا ہراول دستہ

برطانوی مفادات کے تحفظ کے علاوہ یہ قادیانی مشن افریقہ میں اسرائیل اور صیہونیت کے بھی سب سے مضبوط اور وفادار ہراول دستہ ہیں۔ مرزا ناصر احمد صاحب نے ۱۴؍جولائی ۱۹۷۳ء سے ۲۱؍ستمبر ۱۹۷۳ء تک بیرونی ممالک کا جو دورہ کیا اس کی غرض وغایت بھی قطعاً سیاسی تھی لندن مشن کے محمود ہال میں جو پوشیدہ سیاسی میٹنگ ہوئیں ان کا مقصد افریقہ میں اسرائیل اور یورپی استعمار کے سیاسی مقاصد کی تکمیل تھی۔ (ماہنامہ الحق جلد ۹ شمارہ ۲ صفحہ ۲۵)

الفضل ربوہ یکم جولائی ۱۹۷۳ء نے لندن مشن کے پریس سکریٹری خواجہ نذیر احمد کی اطلاع کے مطابق مغربی افریقہ کے ان ممالک کے ان سفیروں سے ملاقات کی گئی جن کا مرزا ناصر احمد دورہ کر چکے ہیں۔ پریس سکریٹری لکھتے ہیں:

> "مغربی افریقہ کے ان چھ ممالک کے سفراء کو اپنی مسائل اور خدمات سے روشناس کرانے کیلئے مکرم ومحترم بشیر احمد خان رفیق امام مسجد فضل لندن نے سہ رکنی وفد کی قیادت فرماتے ہوئے جسمیں مکرم چودھری ہدایت اللہ سفیر سکریٹری سفارت خانہ پاکستان اور خاکسار خواجہ نذیر احمد پریس سکریٹری مسجد فضل لندن، ہز ایکسی لینسی ایچ ڈی ایچ کیلی ہائی کمشنر متعینہ لندن سے ملاقات کی۔"
>
> (الفضل ربوہ ۲۸؍جون ۱۹۷۳ء)

افریقہ میں ان سرگرمیوں کی وسعت کار کردگی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اب تو عالمی صیہونی تنظیم (WZO) اور اس کی تمام ایجنسیاں اور اسرائیل کی "جیوش ایجنسی" کھل کر افریقہ میں قادیانیوں کو اپنی مذموم مقاصد کے آلہ کار بننے کی خبریں عربوں کے لئے تشویش کا باعث بن چکی ہے۔ عرب اسرائیل جنگ کے بعد جن افریقی ممالک نے اسرائیل سے تعلقات توڑ لئے قادیانیوں نے ایسے ممالک کی مخالف حکومت تحریکوں کے ساتھ مل کر ان پر سیاسی دباؤ ڈالا۔

لاکھوں کروڑوں کا سرمایہ

افریقی ممالک میں ان مقاصد کے لئے لاکھوں اور کروڑوں روپے کا سرمایہ کہاں سے فراہم ہوتا ہے؟ یہ ایک معمہ ہے جس نے عالم عرب کے مشہور مصنف علامہ محمد محمود الصواف کو بھی ورطۂ حیرت میں ڈال دیا ہے۔ وہ اپنی ایک تازہ تصنیف " المخططات الاستعماریہ لمکافحة الاسلام " کے صفحہ ۲۵۳ پر رقمطراز ہیں:

ولا تزال هذه الطائفة الكافرة تعيث في الأرض فساداً وتسعى جاهدة لحرب ومكافحة الاسلام في كل ميدان خاصة في افريقيا ولقد وصلتني رسالة من يوغندا بافريقيا الشرقية ومعها كتاب "حمامة البشرى" وهو من مؤلفات كذاب قاديان احمد المسيح الموعود والمهدي المعهود بزعمهم وقد وزع منه الكثير هناك وهو مملوء بالكفر والضلال.

ورسالة التي وردتني من احد كبار الدعاة الاسلاميين هناك يقول فيها: لقد دهشنا ودهي الاسلام من القاديانية شيء عظيم لقد استفحل امرهم جداً ونشطوا كثيراً في دعايتهم وينفقون اموالاً لاتدخل تحت الحصر، ولاشك انها اموال الاستعمار والمبشرين بل بلغني نبأ يكاد يكون مؤكداً ان هناك جمعية تبشيرية قوية مركزها اديس أبابا عاصمة الحبشة وأن ميزانية هذه الجمعية ۵۳ مليون دولار وأنها متركزة لمحاربة الاسلام."

یہ کافر جماعت ہمیشہ زمین میں فساد پھیلا کر اسلام کی مخالفت ہر میدان میں کر رہی ہے خاص کر افریقہ میں ان کی سرگرمیاں تیزی سے بڑھ رہی ہیں۔ مجھے اس سلسلے میں شرقی افریقہ یوگنڈہ سے ایک خط ملا جس کے ساتھ مرزا غلام احمد کذاب کی جو ان کے زعم میں مسیح اور مہدی موعود ہیں، کتاب حمامة البشریٰ بھی تھی جو وہاں بڑی تعداد میں تقسیم کی گئی اور جو کفر اور گمراہی سے بھری پڑی ہے۔

یہ خط جو مجھے مسلمانوں کے ایک بہت بڑے دانش ور رہنما نے لکھا تھا اس میں یہ کہا گیا ہے:

"یہاں قادیانیوں کی روز افزوں سرگرمیاں ہمارے لئے اور اسلام کے لئے سخت تشویش کا باعث بن گئی ہیں۔ یہ لوگ یہاں کثیر دولت خرچ کر رہے ہیں جو حساب سے باہر ہے اور جو غیر ملکی دولت سامراج اور اس کے مشنری اداروں کی فراہم کردہ ہے مجھے تو یہاں تک اطلاع پہنچی ہے کہ وہاں حبشہ کے ادیس ابابا میں ان لوگوں نے ایک منظم مشن کا سالانہ بجٹ ۳۵ ملین ڈالر ہے اور یہ مشن اسلام دشمنی ہی کے لئے قائم کیا گیا ہے۔"

عالم اسلامی ادیس ابابا حبشہ کے اس مشن کے ۳۵ ملین ڈالروں (یعنی حساب سے ۳۵ کروڑ روپے) کا ذکر کیا ہے معلوم نہیں پچھلے کئی سال سے حبشہ میں مسلمانوں کی تعداد کتنی ہوئی اور بربادی میں اس کا کتنا حصہ ہوگا؟ یہ اندازہ ہو جائے تو جوبلی فنڈ مہم کے تحت مرزا ناصر احمد کے ذریعہ کروڑوں روپیہ کی اپیل کے جواب میں نو کروڑ روپے تک جمع ہونے کے امکان کی حقیقت بھی سمجھ جائے جس کا مژدہ انہوں نے الفضل (۲۶ مارچ ۱۹۷۴ء) میں اپنے پیروؤں کو دیتے ہوئے قسمیں کھا کر سنایا تھا اور کیا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مرزائیت ابھی تک فرنگی شاطروں کے پنجۂ استبداد سے مکمل طور پر نجات حاصل نہیں کر سکا اور وہ عالمی صیہونیت کی بھی آلۂ کار بنا ہوا ہے تو ان وجوہات کے علاوہ اسکی ایک وجہ اسلام اور عالم اسلام سے دریدہ غداری کرنے والی مرزائیوں کی جماعت بھی ہے۔

مسلمانان برصغیر کی فلاح و بہبود کی تنظیمیں اور مرزائیوں کا کردار

اب ہم برصغیر کے تحریک آزادی، مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی تحریکوں کے سلسلہ میں ابتداء سے لیکر اب تک مرزائیوں کے کردار، انکے خطرناک سیاسی عزائم اور سرگرمیوں کا مختصر جائزہ لیتے ہیں۔ انگریز کے دور حکمرانی میں برصغیر میں مسلمانوں نے فلاح و بہبود کی جتنی بھی تحریکیں اٹھیں، مذکورہ تفصیلات سے بخوبی واضح ہو چکا کہ مرزائیوں نے نہ صرف انگریز کی خوشنودی کیلئے انہیں نقصان پہنچایا، بلکہ اپنے

اکھنڈ بھارت

ہندو اور قادیانی دونوں کو ایک دوسرے کی ضرورت کا احساس

[illegible]

دینے کے بارہ میں دریافت کیا تو انہوں نے اپنے مسیح موعود کے حوالے سے کہا کہ جب تک جماعت احمدیہ حکومت سنبھالنے کے قابل نہیں اس وقت تک ضروری ہے اس دیوار (انگریزوں کی حکومت) کو قائم رکھا جائے تا کہ یہ نظام کسی ایسی طاقت (مسلمان بھی مراد ہو سکتے ہیں اور غیر مسلم بھی) کے قبضہ میں نہ چلا جائے جو احمدیت کے مفادات کیلئے زیادہ مضر اور نقصان رساں ہو۔

(الفضل قادیان ۳ رجنوری ۱۹۴۵ء)

''یہ تھے قیام پاکستان کی مخالفت کے اسباب''

تقسیم ہند کے مسلمان مخالف

اس میں شک نہیں کہ احمدیوں کے علاوہ کچھ مسلمان بھی تحریک پاکستان سے متفق نہ تھے مگر مذکورہ عبارات سے بخوبی واضح ہوگیا کہ مرزائیوں کی مخالفت اور بعض مسلمان عناصر کی مخالفت میں زمین و آسمان کا فرق تھا موخرالذکر یعنی کچھ مسلمانوں کی انفرادی مخالفت اُن کے صوابدید میں مسلمانوں کے مفاد ہی کی وجہ سے تھی وہ اپنی مخالفت کے اسباب اور وجوہات بیان کرتے ہوئے تقسیم کو مسلم مفاد کے حق میں نقصان رساں اور دوسرا فریق یعنی قیام پاکستان کے داعی حضرات اسے مفید سمجھتے تھے گویا دونوں کو مسلمانوں کے مفاد سے اتفاق تھا۔ طریق کار کا فرق تھا۔ یہ ایک سیاسی اختلاف تھا جو سیاسی بصیرت پر مبنی تھا۔

جنہوں نے مخالفت کی نہ تو وہ الہام کے مدعی تھے نہ کسی وحی کے نہ اُنہوں نے اسے مشیت الٰہی اور کسی نام نہاد نبی کی بعثت کا تقاضا سمجھ کر اپنا یا۔ ان میں مذہباً اور عقیدتاً دونوں کو اسلامی نظام عدل و انصاف اور اسلامی خلافت راشدہ پر ایمان تھا۔ دونوں مسلمانوں ہی کے خاطر اپنے اپنے میدانوں میں سرگرم کار رہے اور بالآخر جب پاکستان بن گیا تو مخالفت کرنے والے مسلمان زعماء نے اس وقت سے لیکر اب تک اپنی ساری جدوجہد اس نوزائیدہ ریاست کے استحکام و سالمیت میں لگادی

ہے۔ جہاں تک احمدیوں کا تعلق ہے ان کا تصور اکھنڈ بھارت نہ صرف سیاسی بلکہ ان کا عقیدہ بھی تھا۔ مرزائی دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کی مشیت ہندوستان کو اکھنڈ رکھنا چاہتی ہے اور یہ مرزا غلام احمد کی بعثت کا تقاضا ہے۔ اس طرح اکھنڈ بھارت کے تصور کو الہامی حیثیت دینے کا درجہ دے کر ہر قادیانی کو مشیت الٰہی کو پورا کرنے کے لیے جدوجہد کا پابند کر دیا گیا۔ اور جن لوگوں نے (اب تک) پاکستان کی سالمیت کی خاطر اکھنڈ بھارت کو ترک کر دیا خواہ وہ کتنے اہم تھے سیاسی زعماء، عوام اور خواص مرزائیوں کے عقیدہ میں وہ سب کے سب مشیت الٰہی کے خلاف کر گئے۔

مرزائیوں کے لیے اکھنڈ بھارت اس لیے ضروری تھا کہ وہ اپنے آپ کو مسلمانوں سے الگ سمجھتے ہوئے کسی بھی مسلمان ریاست کے مقابلہ میں غیر مسلم ریاست کو مفید مقصد سمجھتے تھے۔ آج بھی وہ پاکستان کی شکل میں ایک مسلم ریاست جس کا جغرافیائی حدود اربعہ بھی محدود ہے کے مقابلہ میں سیکولر اکھنڈ بھارت کو اپنے لیے مضبوط اور مفید سمجھتے ہیں اب کہ ان کے ہاں مرزا غلام احمد کی الہامی پیشگوئیوں نے اس تصور کو تقدس کا جامہ بھی پہنا دیا ہے۔

کسی نہ کسی طرح پھر متحد ہونے کی کوشش

چنانچہ ۳ اپریل ۱۹۴۷ء کو چوہدری ظفر اللہ خاں کے بھتیجے کے نکاح کے موقع پر سابق خلیفہ ربوہ مرزا بشیر الدین محمود نے اپنا ایک رؤیا بیان کیا اور اس رؤیا (خواب) کی تعبیر اور اس سلسلہ میں مرزا غلام احمد کی پیشگوئیوں کا ذکر کرتے ہوئے چوہدری ظفر اللہ خان کی موجودگی میں کہا:

"حضور نے فرمایا حضور نے فرمایا جہاں تک میں نے ان پیشگوئیوں پر نظر دوڑائی ہے جو مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی متعلق ہیں اور جہاں تک اللہ تعالیٰ کے اس فعل پر جو مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی بعثت کے واسطے سے ظاہر ہو رہا ہے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ہندوستان میں ہمیں دوسری اقوام سے مل جل کر رہنا چاہئے اور ہندوؤں اور عیسائیوں کے ساتھ شراکت رکھنی چاہئے۔"

ویٹیکن اسٹیٹ کا مطالبہ

پاکستان کی حد بندی کے موقع پر غداری

جماعت احمدیہ تقسیم کی مخالف تھی لیکن جب مخالفت کے باوجود تقسیم کا اعلان ہوگیا تو احمدیوں نے پاکستان کو نقصان پہنچانے کی ایک اور زبردست کوشش کی جس کی وجہ سے گورداسپور کا ضلع جس میں قادیان کا قصبہ واقع تھا پاکستان سے کاٹ کر بھارت میں شامل کر دیا گیا۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حد بندی کمیشن جن دنوں بھارت اور پاکستان کی حد بندی کی تفصیلات طے کر رہا تھا کانگریس اور مسلم لیگ کے نمائندے دونوں اپنے اپنے دعوی اور دلائل پیش کر رہے تھے۔ اس موقع پر جماعت احمدیہ نے باؤنڈری کمیشن کے سامنے اپنا ایک الگ محضرنامہ پیش کیا اور اپنے لیے کانگریس اور مسلم لیگ دونوں سے الگ موقف اختیار کرتے ہوئے قادیان کو ویٹیکن سٹی قرار دینے کا مطالبہ کیا۔ اس محضر نامہ میں انہوں نے اپنی تعداد، اپنے علیحدہ مذہب، اپنے فوجی اور سول مدنظر کی کیفیت اور دوسری تفصیلات درج کیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ احمدیوں کا ویٹیکن اسٹیٹ کا مطالبہ تو تسلیم نہ کیا گیا، البتہ باؤنڈری کمیشن نے احمدیوں کے مذکورہ اقدام سے یہ فائدہ حاصل کر لیا کہ احمدیوں کو مسلمانوں سے خارج کر کے گورداسپور کو مسلم اقلیت کا ضلع قرار دیدیا۔

چنانچہ سید میر نور احمد سابق ڈائرکٹر تعلیمات عامہ اپنی یادداشتوں ''مارشل لاء سے مارشل لاء تک'' میں اس واقعہ کو یوں تحریر کرتے ہیں۔

''لیکن اس سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ ایوارڈ پر ایک مرتبہ دستخط ہونے کے بعد ضلع فیروز پور کے متعلق جس میں ۱۹ر اگست اور ۷ر اگست کے درمیان عرصہ

مسلمانوں سے (جنکی نمائندگی مسلم لیگ کر رہی تھی) جداگانہ حیثیت میں پیش کیا۔ جماعت احمدیہ کا نقطہ نگاہ بے شک یہی تھا کہ وہ پاکستان میں شامل ہونا پسند کرے گی لیکن جب سوال یہ تھا کہ مسلمان ایک طرف اور باقی سب دوسری طرف تو کسی جماعت کا اپنے آپ کو مسلمانوں سے علیحدہ ظاہر کرنا مسلمانوں کی عددی قوت کو کم ثابت کرنے کے مترادف تھا اگر جماعت احمدیہ یہ حرکت نہ کرتی تب بھی ضلع گورداسپور کے متعلق شاید فیصلہ وہی ہوتا جو ہوا۔ لیکن یہ حرکت اپنی جگہ بہت عجیب تھی"۔ (روزنامہ مشرق ۳ر فروری ۱۹۶۴ء)

اب اس سلسلہ میں حد بندی کمیشن کے ایک ممبر جسٹس محمد منیر کا ایک حوالہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

"اب ضلع گورداسپور کی طرف آیئے کیا یہ مسلم اکثریت کا علاقہ نہیں تھا۔" اس میں کوئی شک نہیں کہ اس ضلع میں مسلم اکثریت بہت معمولی تھی لیکن پٹھان کوٹ تحصیل اگر بھارت میں شامل کر دی جاتی تو باقی اضلاع میں مسلم اکثریت کا تناسب خود بخود بڑھ جاتا۔ مزید برآں مسلم اکثریت کی تحصیل شکر گڑھ کو تقسیم کرنے کی مجبوری کیوں پیش آئی اگر اس تحصیل کو تقسیم کرنا ضروری تھا تو دریائے راوی کی قدرتی سرحد یا اسکے ایک معاون نالے کو کیوں نہ قبول کیا گیا بلکہ اس مقام سے اس نالے کے مغربی کنارے کو سرحد قرار دیا گیا جہاں یہ نالہ ریاست کشمیر سے صوبہ پنجاب میں داخل ہوتا ہے۔ کیا گورداسپور کو اسلئے بھارت میں شامل کیا گیا کہ اس وقت بھی بھارت کو کشمیر سے منسلک رکھنے کا عزم وارادہ تھا۔

اس ضمن میں میں ایک بہت ناگوار واقعہ کا ذکر کرنے پر مجبور ہوں میرے لیے یہ بات ہمیشہ ناقابل فہم رہی ہے کہ احمدیوں نے علیحدہ نمائندگی کا کیوں اہتمام کیا۔ اگر احمدیوں کو مسلم لیگ کے موقف سے اتفاق نہ ہوتا تو ان کی

لندن مرکز میں منعقد ہو رہا ہے جس میں تمام یورپی ممالک کے احمدیہ مشن شرکت کر رہے ہیں کنونشن کا افتتاح گزشتہ روز ہیگ کے بین الاقوامی عدالت کے جج سر ظفر اللہ خاں نے کیا یہ کنونشن ۷ اگست تک جاری رہے گا۔ جماعت نے مختلف ۵۷ ممالک میں اپنے مشن قائم کر لیے ہیں برطانیہ میں جماعت کے ۱۸ مراکز قائم ہو چکے ہیں۔ کنونشن میں شریک مندوبین نے اس بات پر زور دیا کہ اگر احمدی جماعت برسر اقتدار آ جائے تو امیروں پر ٹیکس لگائے جائیں اور دولت کو از سر نو تقسیم کیا جائے ساہوکاری اور سود پر پابندی لگا دی جائے اور شراب نوشی ممنوع قرار دی جائے۔"

اس خبر کے خط کشیدہ الفاظ میں احمدی جماعت کے برسر اقتدار آنے کی صورت میں مجوزہ اصلاحات کا ذکر ہے کیا کوئی غیر سیاسی جماعت اس قسم کے امکانات اور اصلاحات پر غور کر سکتی ہے؟

پاکستان میں قادیانی ریاست کا منصوبہ

مرزا محمود نے ۱۹۵۲ء کے شروع میں یہ اعلان کرا دیا تھا کہ

"اگر ہم ہمت کریں اور تنظیم کے ساتھ محنت سے کام کریں تو ۵۲ء میں انقلاب برپا کر سکتے ہیں (آگے چل کر کہا) ۵۲ء کو گزرنے نہ دیجئے جب احمدیت کا رعب دشمن اس رنگ میں محسوس نہ کرے کہ اب احمدیت مٹائی نہیں جا سکتی اور وہ مجبور ہو کر احمدیت کی آغوش میں آ گرے۔" (الفضل ۱۲ جنوری ۱۹۵۲ء)

واضح رہے کہ یہ اعلان ربوہ میں قادیانی فرقہ کے سیاسی فوجی اور کلیدی ملازمتوں پر فائز اہم عہدیداروں کے اہم اجتماع اور مشورے کے بعد کرایا گیا تھا اور جس ۵۲ء کو گزرنے نہ دینے کا اعلان کیا گیا تھا اس کی ایک صورت فسادات پنجاب ۵۳ء کی شکل میں ظاہر ہوئی۔

اس سلسلہ میں موجودہ امام مرزا ناصر احمد کے اعلانات ان کی ہزار گھوڑوں کی تیاری اور اس

ہے۔دنیا میں ایسے افراد کی قیمت ہوتی ہے یونٹ کی بھی قیمت ہوتی ہے۔مثال کے طور پر امریکہ کی کانسٹی ٹیوشن ہے۔وہاں اسٹیٹس سینٹ کے لیے ممبر منتخب کرتے ہیں یہ نہیں دیکھا جا سکتا کہ کسی اسٹیٹ کی آبادی دس کروڑ ہے یا ایک کروڑ ہے۔سب اسٹیٹس کی طرف سے برابر ممبر لیے جاتے ہیں۔غرض پاکی بلوچستان کی آبادی ۵۔۲ لاکھ ہے اور اگر ریاستی بلوچستان کو ملا لیا جائے تو اسکی آبادی ۱۱ لاکھ ہے لیکن چونکہ یہ ایک یونٹ ہے اس لیے اسے بہت بڑی اہمیت حاصل ہے۔زیادہ آبادی کو تو احمدی بنانا مشکل ہے لیکن تھوڑے آبادی کو احمدی بنانا کوئی مشکل نہیں۔پس جماعت اس طرف اگر پوری توجہ دے تو اس صوبے کو بہت جلد احمدی بنایا جا سکتا ہے۔یاد رکھو تبلیغ اُس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک ہماری BASE مظبوط نہ ہو۔پہلے BASE مظبوط ہو تو پھر تبلیغ پھیلتی ہے۔بس پہلے اپنی BASE مظبوط کر لو کسی نہ کسی جگہ اپنی بیس بنالو کسی ملک میں ہی بنالو۔اگر ہم سارے صوبے کو احمدی بنالیں تو کم از کم ایک صوبہ تو ایسا ہو جائے گا جس کو ہم اپنا صوبہ کہہ سکیں گے اور یہ بڑا آسانی کے ساتھ ہو سکتا ہے۔"

کشمیر

مرزائی حضرات جس قادیانی ریاست کا خواب دیکھتے ہیں اس کی تعبیر کے لیے انہوں نے ابتداء ہی سے کشمیر کو بھی مناسب حال سمجھا۔اس دلچسپی کی بعض وجوہات کو تاریخ احمدیت کے مؤلف دوست محمد شاہد نے کتاب کی جلد ششم صفحہ ۳۴۵ تا ۳۷۹ میں ذکر بھی کیا ہے۔

(الف) قادیان ریاست جموں و کشمیر کا ہم آغوش ہے جو ان کے "پیغمبر" کا مولد دارالامان اور مکہ مدینہ کا ہم پلہ بلکہ ان سے بھی افضل قرار دیتے ہیں۔

(الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۳۲ء تقریر مرزا محمود و حقیقۃ الرویا صفحہ ۴۶ از مرزا محمود)

اور قادیان کے بارے میں ان کا خیال ہے کہ مرزا غلام احمد کی پیشگوئی کے مطابق قادیان قادیانیوں کو ضرور ملے گا۔ وہ اپنے چھوٹے بچوں کو ابتدائی نصاب میں یہی بات راسخ کرتے رہتے

ہیں کہ:

"قادیان سے ہجرت کی حالت عارضی ہوگی آخر ایک وقت آئیگا کہ قادیان جماعت احمدیہ کو واپس مل جائے گا"

(ربوہ یمان صفحہ ۹۸۔ بچوں کی ابتدائی دینی معلومات کا مجموعہ)

قادیان اور جموں کشمیر کے جغرافیائی اتصال کو برقرار رکھنے کی کوششوں سے باؤنڈری کمیشن کو احمدی میمورنڈم کی وجہ سے ضلع گورداسپور کو کاٹنے کی راہ مل گئی۔

(ب) قادیانیوں کا زعم ہے کہ کشمیر میں قادیانی اثرات پہلے سے زیادہ ہیں۔ مرزا محمود کے بقول وہاں اسی ہزار احمدی ہیں۔

(ج) کشمیر ان کے مسیح موعود کے بقول مسیح اول (حضرت عیسیٰ) کا مدفن ہے اور مسیح ثانی کے پیروکاروں کی بڑی تعداد وہاں آباد ہے اور جس ملک میں دو مسیحوں کا دخل ہو وہاں کی حکمرانی کا حق صرف قادیانیوں کو مل سکتا ہے۔

(د) مہاراجہ رنجیت سنگھ نے نواب امام الدین کو کشمیر بطور گورنر بھیجا تو مرزا غلام احمد کے والد بھی ان کے ساتھ تھے۔

(ہ) مرزا غلام احمد کے خلیفہ اول حکیم نورالدین جو خلیفہ ثانی مرزا محمود کے استاد اور خسر تھے مدتوں ہی کشمیر میں رہے۔ بہرحال جس طرح بلوچستان پر اُن کی نظر وافر اوری آبادی کی قلت کی وجہ سے پڑی تو کشمیر پر ہر دور میں ان کی نظر کسی عام انسانی ہمدردی اور مسلمانوں کی خیر خواہی کی وجہ سے نہیں بلکہ سابقہ شخصی اور مصلحتی مفادات کی وجہ سے پڑتی رہی ہے۔ اس سلسلے میں کشمیر کو قادیانی اسٹیٹ بنانے کی پہلی سازش ۱۹۳۰ء میں برطانوی آقاؤں کے اشارے پر کی گئی مرزا بشیرالدین کی کشمیر کمیٹی سے دلچسپی انھیں عزائم کی پیداوار تھی جسے ڈاکٹر اقبال، مسلمان زعماء اور عام مسلمانوں کی مشترکہ کوششوں نے ناکام بنادیا اور علامہ اقبال نے کمیٹی سے اُن کے سیاسی عزائم بھانپ کر اس تحریک کا سختی سے مقابلہ شروع کیا۔

خلاصۂ کلام

ان واضح شواہد پر مبنی تفصیلات کو پڑھ کر مرزائیت کے سیاسی اور شرعی وجود کے متعلق کوئی غلط فہمی باقی نہیں رہتی۔ ہر حوالہ اپنی جگہ مکمل اور اس کے عزائم ومقاصد کی صحیح صحیح تصویر پیش کرتا ہے۔ یہی وجوہ ہیں جن کی بناپر مسلمانوں کے تمام فرقوں نے متفقہ طور پر مرزائیت کو اسلام کا باغی اور ان کے پیروؤں کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے۔ اس تحریک کے احوال ونتائج اور آثار ومظاہر تمام مسلمانوں کے علم میں ہیں۔

مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ نیا نہیں بلکہ علامہ اقبال نے پاکستان بننے سے کہیں پہلے انگریزی حکومت کو خطاب کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

> ’’ہمیں قادیانیوں کی حکمت عملی اور دنیائے اسلام سے متعلق اُن کے رویہ کو فراموش نہیں کرنا چاہیے جب قادیانی مذہبی اور معاشرتی معاملات میں علیحدگی کی پالیسی اختیار کرتے ہیں تو پھر سیاسی طور مسلمانوں میں شامل ہونے کے لئے کیوں مضطرب ہیں؟ ملت اسلامیہ کو اس مطالبے کا پورا پورا حق حاصل ہے کہ قادیانیوں کو علیحدہ کردیا جائے اگر حکومت نے یہ مطالبہ تسلیم نہ کیا تو مسلمانوں کو شک گزرے گا کہ حکومت اس نئے مذہب کی علیحدگی میں دیر کر رہی ہے‘‘

(اسٹیٹسمین کے نام خطوط ۱۰ ر جون ۱۹۳۵ء)

علامہ اقبال نے حکومت کے طرز عمل کو جھنجھوڑتے ہوئے مزید فرمایا:

> ’’اگر حکومت کے لئے یہ گروہ مفید ہے تو وہ اس خدمت کا صلہ دینے کی پوری طرح مجاز ہے لیکن اس ملت کے لئے اسے نظرانداز کرنا مشکل ہے جسکا اجتماعی وجود اس کے باعث خطرہ میں ہے‘‘

ان شواہد و قرائن کے پیش نظر آپ حضرات سے یہ گزارش کرنا ہم اپنا قومی و دینی فرض سمجھتے ہیں کہ یورپی سامراج کے اس خود کاشتہ پودے کی سرگرمیوں پر نہ صرف کڑی نگاہ رکھی جائے بلکہ اس جماعت کو پاکستان میں اقلیت قرار دے کر بہ لحاظ آبادی ان کے حدود و حقوق متعین کئے جائیں۔ ورنہ مرزائی استعماری طاقتوں کی بدولت ملک و ملت کے لئے مستقل خطرہ بنے رہیں گے اور خدانخواستہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ملک و ملت کو ایک ایسے سانحہ سے دوچار ہونا پڑے، جو سانحہ کہ آج ملت اسلامیہ عربیہ کی حیات اجتماعی کے لیے اسرائیل کی سرطان کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قرارداد

جناب اسپیکر!

قومی اسمبلی پاکستان

محترمی!

ہم حسب ذیل تحریک پیش کرنے کی اجازت چاہتے ہیں:

ہرگاہ کہ یہ ایک مکمل مسلمہ حقیقت ہے کہ قادیان کے مرزا غلام احمد نے آخری نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کیا، نیز ہرگاہ کہ نبی ہونے کا اُس کا جھوٹا اعلان، بہت سی قرآنی آیات کو جھٹلانے اور جہاد کو ختم کرنے کی اس کی کوششیں اسلام کے بڑے بڑے احکام کے خلاف غداری تھیں۔

نیز ہرگاہ کہ وہ سامراج کی پیداوار تھا اور اُس کا واحد مقصد مسلمانوں کے اتحاد کو تباہ کرنا اور اسلام کو جھٹلانا تھا۔

نیز ہرگاہ کہ پوری اُمت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار، چاہے وہ مرزا غلام احمد مذکور کی نبوت کا یقین رکھتے ہوں یا اُسے اپنا مصلح یا مذہبی رہنما کسی بھی صورت میں گردانتے ہوں، دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

نیز یہ کہ اس کے پیروکار چاہے انہیں کوئی بھی نام دیا جائے مسلمانوں کے ساتھ گھل مل کر اور اسلام کا ایک فرقہ ہونے کا بہانہ کر کے اندرونی اور بیرونی طور پر تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

نیز یہ کہ عالمی مسلم تنظیموں کی ایک کانفرنس میں جو مکہ المکرمہ کے مقدس شہر میں رابطۃ العالم الاسلامی کے زیر انتظام ۶ اور ۱۰ اپریل ۱۹۷۴ء کے درمیان منعقد ہوئی اور جس میں دنیا بھر کے تمام حصوں سے ۱۴۰ مسلمان تنظیموں اور اداروں کے وفود نے شرکت کی متفقہ طور پر یہ رائے ظاہر کی گئی کہ قادیانیت اسلام اور عالم اسلام کے خلاف ایک تخریبی تحریک ہے جو ایک اسلامی فرقہ ہونے کا دعویٰ کرتی ہے۔

اب اس اسمبلی کو یہ اعلان کرنے کی کارروائی کرنی چاہیے کہ مرزا غلام احمد کے پیروکار انہیں چاہے کوئی بھی نام دیا جائے مسلمان نہیں اور یہ کہ قومی اسمبلی میں ایک سرکاری بل پیش کیا جائے تاکہ اس اعلان کو مؤثر بنانے کے لیے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی ایک غیر مسلم اقلیت کے طور پر ان کے جائز حقوق و مفادات کے تحفظ کے لیے احکام وضع کرنے کی خاطر آئین میں مناسب اور ضروری ترمیمات کی جائیں۔

محرکین قرارداد

۱۔ دستخط مولانا مفتی محمود

۲۔ " مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری

۳۔ " مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی

۴۔ " پروفیسر غفور احمد

۵۔ " مولانا سید محمد علی رضوی

معزز اراکین اسمبلی!

مسلمان کسی پر ظلم کرنا نہیں چاہتے۔ مسلمانوں کا مطالبہ صرف یہ ہے کہ اُس مرزائی ملت کو غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے جس نے اسلام سے کھلم کھلا علاحدگی اختیار کی ہے، جس نے اسلام کے مسلمہ عقائد کو جھٹلایا ہے، جس نے مسلمانوں کے ستر کروڑ مسلمانوں کو برملا کافر کہا ہے اور جس نے خود عملاً اپنے آپ کو ملت اسلامیہ سے کاٹ لیا ہے۔ اُن کی عبادت گاہیں مسلمانوں سے الگ ہیں۔ ان کے اور مسلمانوں کے درمیان شادی بیاہ کے رشتے دونوں طرف سے ناجائز سمجھے جاتے ہیں اور عدالتیں ایسے رشتوں کو غیر قانونی قرار دے چکی ہیں۔ مسلمان مرزائیوں کے اور مرزائی مسلمانوں کے جنازوں میں شرکت جائز نہیں سمجھتے اور ان کے آپس میں ہم مذہبوں کے سے تمام رشتے کٹ چکے ہیں۔ لہٰذا اسمبلی کی طرف سے مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دینے کا اقدام کوئی اچنبھا یا مصنوعی اقدام نہیں ہوگا، بلکہ یہ ایک ظاہر وباہر حقیقت کا سرکاری سطح پر اعتراف ہوگا جو پہلے ہی عالم اسلام میں اپنے آپ کو منوا چکی ہے۔ پچھلے صفحات میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی تجویز کوئی ایسی تجویز نہیں ہے جو کسی عداوت یا سیاسی لڑائی نے وقتی طور پر کھڑی کردی ہو۔ بلکہ یہ قرآن کریم کی بیسیوں آیات کا، خاتم الانبیاء کے سینکڑوں ارشادات کا، اُمت کے تمام صحابہ و تابعین اور فقہاء و محدثین کا، تاریخ اسلام کی تمام عدالتوں اور حکومتوں کا، مذاہب عالم کی پوری تاریخ کا، دنیا کے موجودہ ستر کروڑ مسلمانوں کا، پاکستان کے ابتدائی مصوروں کا، خود مرزائی پیشواؤں کے اقراری بیانات کا اور انکے نوے سالہ طرز عمل کا فیصلہ ہے اور اس کا انکار عین دوپہر کے وقت سورج کے وجود کا انکار ہے۔

چونکہ مرزائی جماعتیں اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کر کے امت کے مفادات کے خلاف کارروائیوں میں مصروف رہتی ہیں اس لئے ان کے اور مسلمانوں کے درمیان اس وقت منافرت وعداوت کی ایسی فضا قائم ہے جو دوسرے اہل مذاہب کے ساتھ نہیں ہے۔ اس صورت حال کا اس کے سوا کوئی حل نہیں کہ مرزائیوں کو سرکاری سطح پر غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا جائے۔ اس کے بعد دوسری اقلیتوں کی طرح مرزائیوں کے جان ومال کی حفاظت بھی مسلمانوں کی ذمہ داری ہوگی مسلمانوں نے

ختم نبوت

پر

پاکستان قومی اسمبلی کا متفقہ فیصلہ

اسلام آباد، ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء

ان صفحات میں خصوصی کمیٹی کی قرارداد کا متن، آئین میں ترمیم کا بل، اور وزیراعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کی تقریر کا متن دیا جارہا ہے جو انہوں نے ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء میں اس وقت کی، جبکہ پارلیمنٹ نے ختم نبوت کے مسئلہ کو حل کرنے کے لئے قانون پاس کیا۔

قرارداد

قومی اسمبلی کے کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی متفقہ طور پر طے کرتی ہے کہ حسب ذیل سفارشات قومی اسمبلی کو غور اور منظوری کے لئے بھیجی جائیں۔

کل ایوان پر مشتمل خصوصی کمیٹی اپنی رہبر کمیٹی اور ذیلی کمیٹی کی طرف سے اس کے سامنے پیش کرنے پر قومی اسمبلی کی طرف سے اس کو بھیجی گئی قراردادوں پر غور کرنے اور دستاویزات کا مطالعہ کرنے اور گواہوں بشمول سربراہان انجمن احمدیہ ربوہ اور انجمن احمدیہ اشاعت الاسلام لاہور کی شہادتوں اور جرح پر غور کرنے کے بعد متفقہ طور پر قومی اسمبلی کو حسب ذیل سفارشات پیش کرتی ہیں۔

(الف) کہ پاکستان کے آئین میں حسب ذیل ترمیم کی جائے:

(اول) دفعہ ۱۰۶ (۳) میں قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں) کا ذکر کیا جائے۔

(دوم) دفعہ ۲۶۰ میں ایک نئی شق کے ذریعہ غیر مسلم کی تعریف درج کی جائے۔ مذکورہ بالا سفارشات کے نفاذ کے لئے خصوصی کمیٹی کی طرف سے متفقہ طور پر منظور شدہ مسودہ قانون منسلک ہے۔

(ب) کہ مجموعہ تعزیرات پاکستان کی دفعہ ۲۹۵ الف میں حسب ذیل تشریح درج کی جائے۔

تشریح: کوئی مسلمان جو آئین کی دفعہ ۲۶۰ شق (۳) کی تصریحات کے مطابق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے تصور کے خلاف عقیدہ رکھے یا عمل یا تبلیغ کرے وہ دفعہ ھذا کے تحت مستوجب سزا ہوگا۔

(ج) کہ متعلقہ قوانین مثلاً قومی رجسٹریشن ایکٹ ۱۹۷۳ء اور انتخابی فہرستوں کے قواعد ۱۹۷۴ء میں نتیجہ خیز قانونی اور ضابطہ کی ترمیمات کی جائیں۔

(د) کہ پاکستان کے تمام شہریوں خواہ وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں کے جان، مال، آزادی، عزت اور بنیادی حقوق کا پوری طرح تحفظ اور دفاع کیا جائے گا۔

قومی اسمبلی میں پیش کئے جانے کے لئے

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مزید ترمیم کرنے کیلئے

ایک بل

ہرگاہ یہ قرین مصلحت ہے کہ بعد ازیں درج اغراض کے لئے اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں مزید ترمیم کی جائے۔

لہٰذا بذریعہ حسب ذیل قانون وضع کیا جاتا ہے۔

۱۔ مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

(۱) یہ ایکٹ آئین (ترمیم دوم) ایکٹ ۱۹۷۴ء کہلائے گا۔

(۲) یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

۲۔ آئین کی دفعہ ۱۰۶ میں ترمیم۔ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں، جسے بعد ازیں آئین کہا جائے گا، دفعہ ۱۰۶ کی شق (۳) میں لفظ فرقوں کے بعد الفاظ اور قوسین ''اور قادیانی جماعت یا لاہوری جماعت کے اشخاص (جو اپنے آپ کو احمدی کہتے ہیں)'' درج کئے جائیں گے۔

۳۔ آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں ترمیم۔ آئین کی دفعہ ۲۶۰ میں شق (۲) کے بعد حسب ذیل نئی شق درج کی جائے گی، یعنی

''(۳) جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جو آخری نبی ہیں، کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی مفہوم میں یا کسی قسم کا نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے، وہ آئین یا قانون کے اغراض کے لئے مسلمان نہیں ہے۔''

بیان اغراض و وجوہ

جیسا کہ تمام ایوان کی خصوصی کمیٹی کی سفارش کے مطابق قومی اسمبلی میں طے پایا ہے، اس بل کا مقصد اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین میں اس طرح ترمیم کرنا ہے تاکہ ہر وہ شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر قطعی اور غیر مشروط طور پر ایمان نہیں رکھتا یا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا جو کسی ایسے مدعی کو نبی یا دینی مصلح تسلیم کرتا ہے، اسے غیر مسلم قرار دیا جائے۔

عبدالحفیظ پیرزادہ

وزیر انچارج

وزیراعظم پاکستان جناب ذوالفقار علی بھٹو کی تقریر

جناب ذوالفقار علی بھٹو وزیراعظم پاکستان کی اس تقریر کا متن

جو انہوں نے قومی اسمبلی میں ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو کی تھی۔

جناب اسپیکر!

میں جب یہ کہتا ہوں کہ یہ فیصلہ پورے ایوان کا فیصلہ ہے تو اس سے میرا مقصد یہ نہیں کہ میں کوئی سیاسی مفاد حاصل کرنے کے لئے اس بات پر زور دے رہا ہوں۔ ہم نے اس مسئلہ پر ایوان کے تمام ممبروں سے تفصیلی طور پر تبادلۂ خیال کیا ہے، جن میں تمام پارٹیوں کے اور ہر طبقۂ خیال کے نمائندے موجود تھے۔ آج کے روز جو فیصلہ ہوا ہے، یہ ایک قومی فیصلہ ہے، یہ پاکستان کے عوام کا فیصلہ ہے۔ یہ فیصلہ پاکستان کے مسلمانوں کے ارادے، خواہشات، اور ان کے جذبات کی عکاسی کرتا ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ فقط حکومت ہی اس فیصلہ کی تحسین کی مستحق قرار پائے۔ اور نہ ہی میں یہ چاہتا ہوں کہ کوئی ایک فرد اس فیصلہ کی تعریف و تحسین کا حقدار بنے۔ میرا کہنا یہ ہے کہ یہ مشکل فیصلہ، بلکہ میری ناچیز رائے میں کئی پہلوؤں سے بہت ہی مشکل فیصلہ، جمہوری اداروں اور جمہوری حکومت کے بغیر نہیں کیا جا سکتا تھا۔

یہ ایک پرانا مسئلہ ہے۔ نوے سال پرانا مسئلہ ہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ مسئلہ مزید پیچیدہ ہوتا چلا گیا۔ اس سے ہمارے معاشرے میں تلخیاں اور تفرقے پیدا ہوئے لیکن آج کے دن

اس تقریر میں، میں نے پاکستان کے عوام سے واضح الفاظ میں کہا تھا کہ یہ مسئلہ بنیادی اور اصولی طور پر مذہبی مسئلہ ہے۔ پاکستان کی بنیاد اسلام پر ہے۔ پاکستان مسلمانوں کے لئے وجود میں آیا تھا۔ اگر کوئی ایسا فیصلہ کرلیا جاتا، جسے اس ملک کے مسلمانوں کی اکثریت، اسلام کی تعلیمات اور اعتقادات کے خلاف سمجھتی تو اس سے پاکستان کی علت غائی اور اس کے تصور کو بھی ٹھیس لگنے کا اندیشہ تھا۔ چونکہ یہ مسئلہ خالص مذہبی مسئلہ تھا اس لئے میری حکومت کیلئے یا ایک فرد کی حیثیت میں میرے لئے مناسب نہ تھا کہ اس پر ۱۳ رجون کو کوئی فیصلہ دیا جاتا۔

لاہور میں مجھے کئی ایک ایسے لوگ ملے جو اس مسئلہ کے باعث مشتعل تھے۔ وہ مجھے کہہ رہے تھے کہ آپ آج ہی، ابھی ابھی اور یہیں وہ اعلان کیوں نہیں کردیتے جو کہ پاکستان کے مسلمانوں کی اکثریت چاہتی ہے۔ ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ یہ اعلان کردیں تو اس سے آپ کی حکومت کو بڑی داد و تحسین ملے گی اور آپ کو ایک فرد کے طور پر نہایت شاندار شہرت اور ناموری حاصل ہوگی، انہوں نے کہا کہ اگر آپ نے عوام کی خواہشات کو پورا کرنے کا یہ موقع گنوا دیا تو آپ اپنی زندگی کے ایک سنہری موقع سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ میں نے اپنے ان احباب سے کہا کہ ایک انتہائی پیچیدہ اور بسیط مسئلہ ہے، جس نے برصغیر کے مسلمانوں کو نوے سال سے پریشان کررکھا ہے اور پاکستان بننے کے ساتھ ہی یہ پاکستان کے مسلمانوں کے لئے بھی پریشانی کا باعث بنا ہے۔ میرے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ میں اس موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا اور کوئی فیصلہ کردیتا۔ میں نے ان اصحاب سے کہا کہ ہم نے پاکستان میں جمہوریت کو بحال اور قائم کیا ہے۔ پاکستان کی ایک قومی اسمبلی موجود ہے جو ملکی مسائل پر بحث کرنے کا سب سے بڑا ادارہ ہے۔ میری ناچیز رائے میں اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے قومی اسمبلی ہی مناسب جگہ ہے۔ اور اکثریتی پارٹی کے رہنما ہونے کی حیثیت میں میں قومی اسمبلی کے ممبروں پر کسی طرح کا دباؤ نہیں ڈالوں گا۔ میں اس مسئلہ میں حل کو قومی اسمبلی کے ممبروں کے ضمیر پر چھوڑتا ہوں، اور ان میں میری پارٹی کے ممبر بھی شامل ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے ممبر میری اس بات

کی تصدیق کریں گے کہ جہاں میں نے کئی ایک مواقع پر انہیں اپنی پارٹی کے موقف سے آگاہ کیا وہاں اس مسئلہ پر میں نے اپنی پارٹی کے ایک ممبر پر بھی اثر انداز ہونے کی کوشش نہیں کی۔ سوائے ایک موقع کے جب اس مسئلہ پر بھی بحث ہوئی تھی۔

جناب اسپیکر!

میں آپ کو یہ بتانا مناسب نہیں سمجھتا کہ اس مسئلہ کے باعث اکثر میں پریشان رہا اور راتوں کو مجھے نیند نہیں آئی۔ اس مسئلہ پر جو فیصلہ ہوا ہے، میں اس کے نتائج سے بخوبی واقف ہوں۔ مجھے اس فیصلہ کے سیاسی اور معاشی ردعمل اور اس کی پیچیدگیوں کا علم ہے۔ جس کا اثر مملکت کے تحفظ پر ہو سکتا ہے۔ یہ کوئی معمولی مسئلہ نہیں ہے، لیکن جیسا کہ میں نے پہلے کہا، پاکستان وہ ملک ہے جو برصغیر کے مسلمانوں کی اس خواہش پر وجود میں آیا کہ وہ اپنے لئے ایک علیحدہ مملکت چاہتے تھے۔ اس ملک کے باشندوں کی اکثریت کا مذہب اسلام ہے۔ میں اس فیصلہ کو جمہوری طریقے سے نافذ کرنے میں اپنے کسی بھی اصول کی خلاف ورزی نہیں کر رہا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کا پہلا اصول یہ ہے کہ اسلام ہمارا دین ہے۔ اسلام کی خدمت ہماری پارٹی کے لئے اولین اہمیت رکھتی ہے۔ ہمارا دوسرا اصول یہ ہے کہ جمہوریت ہماری پالیسی ہے چنانچہ ہمارے لئے یہی درست راستہ تھا کہ ہم اس مسئلہ کو پاکستان کی قومی اسمبلی میں پیش کرتے۔ اس کے ساتھ ہی میں فخر سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم اپنی پارٹی کے اس اصول کی بھی پوری طرح سے پابندی کریں گے کہ پاکستان کی معیشت کی بنیاد سوشلزم پر ہو۔ ہم سوشلسٹ اصولوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ یہ فیصلہ جو کیا گیا ہے، اس فیصلہ میں ہم نے اپنے کسی بھی اصول سے انحراف نہیں کیا۔ ہم اپنی پارٹی کے تین اصولوں پر مکمل طور سے پابند رہے ہیں۔ میں نے کئی بار کہا ہے کہ اسلام کے بنیادی اور اعلیٰ ترین اصول مساوات اور انصاف کے خلاف نہیں اور سوشلزم کے ذریعہ معاشی استحصال کو ختم کرنے کے بھی خلاف نہیں ہیں۔

لوگوں کے جذبات کی ترجمانی کروں۔ یقیناً میں یہ کہوں گا کہ یہاں لوگوں کے معقول لمبے مفاد کے حق میں ہے کہ یہ مسئلہ حل کر لیا گیا ہے۔ آج یہ لوگ ناخوش ہو گئے ان کو یہ فیصلہ پسند نہ ہو گا، ان کو یہ فیصلہ ناگوار ہو گا، لیکن حقیقت پسندی سے کام لیتے ہوئے اور مفروضے کے طور پر جیسے آپ کو ان لوگوں میں شمار کرتے ہوئے، میں یہ کہوں گا کہ ان کو بھی اس بات پر خوش ہونا چاہیئے کہ اس فیصلے سے یہ مسئلہ حل ہوا اور ان کو آئینی حقوق کی ضمانت حاصل ہوئی۔ مجھے یاد ہے کہ جب حزب مخالف سے مولانا شاہ احمد نورانی نے یہ تحریک پیش کی تو انہوں نے ان لوگوں کو مکمل تحفظ دینے کا ذکر کیا تھا جو اس فیصلے سے متاثر ہو گئے، ہمارا اس یقین دہانی پر قائم ہے۔ یہ ہر پارٹی کا فرض ہے، یہ حکومت کا فرض ہے، حزب مخالف کا فرض ہے اور ہر شہری کا فرض ہے کہ وہ پاکستان کے تمام شہریوں کی یکساں طور پر حفاظت کریں۔ اسلام کی تعلیم رواداری ہے۔ مسلمان رواداری پر عمل کرتے رہے ہیں۔ اسلام نے فقط رواداری کی تبلیغ ہی نہیں کی، بلکہ تمام تاریخ میں اسلامی معاشرے نے رواداری سے کام لیا ہے۔ اسلامی معاشرے نے اس تیرہ و تاریک زمانے میں یہودیوں کے ساتھ بہترین سلوک کیا جبکہ عیسائیت ان پر یورپ میں ظلم کر رہی تھی اور یہودیوں نے سلطنت عثمانیہ میں آکر پناہ لی تھی۔ اگر یہودی دوسرے معاشرے سے بچ کر عربوں اور ترکوں کے اسلامی معاشرے میں پناہ لے سکتے تھے، تو پھر یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہماری مملکت اسلامی مملکت ہے، ہم مسلمان ہیں، ہم پاکستانی ہیں، اور یہ ہمارا مقدس فرض ہے کہ ہم تمام فرقوں، تمام لوگوں اور پاکستان کے تمام شہریوں کو یکساں طور پر تحفظ دیں۔

جناب اسپیکر صاحب! ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

آپ کا شکریہ!

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

☆

☆☆☆

☆☆☆☆☆

☆

☆

☆
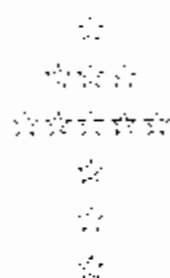
قادیانی بدستور غیر مسلم ہیں

حکومت پاکستان کی توثیق

(۱۹۸۲ء)

☆

☆

☆

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

شخص مراد ہے جو وحدت و توحید قادر مطلق اللہ تبارک و تعالیٰ، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر مکمل اور غیر مشروط طور پر ایمان رکھتا ہو اور پیغمبر یا مذہبی مصلح کے طور پر کسی ایسے شخص پر نہ ایمان رکھتا ہو نہ اسے مانتا ہو جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس لفظ کے کسی بھی مفہوم یا کسی بھی تشریح کے لحاظ سے پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا ہو یا جو دعویٰ کرے اور لفظ ''غیر مسلم'' سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو مسلم نہ ہو جس میں عیسائی، ہندو، سکھ، بدھ، یا پارسی فرقے سے تعلق رکھنے والا شخص، قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا کوئی شخص (جو خود کو ''احمدی'' یا کسی اور نام سے موسوم کرتے ہیں) یا کوئی بہائی اور جدولی ذاتوں میں سے کسی ایک سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص شامل ہے۔

اور چونکہ مذکورہ بالا دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء میں دستور میں مذکورہ بالا ترامیم شامل کرنے کا اپنا مقصد حاصل کر لیا تھا۔

اور چونکہ وفاقی قوانین (نظر ثانی و استقرار) آرڈیننس مجریہ سال ۱۹۸۱ء (نمبر ۲۷ مجریہ سال ۱۹۸۱ء) مسلمہ طریقہ کار کے مطابق اور مجموعہ قوانین سے ایسے قوانین کو بشمول مذکورہ بالا ایکٹ نکال دینے کے مقصد سے جاری کیا گیا تھا، جو اپنا مقصد حاصل کر چکے تھے۔

اور چونکہ، جیسا کہ مذکورہ بالا آرڈیننس میں واضح طور پر قرار دیا گیا ہے، مذکورہ بالا دستور یا دیگر قوانین کے متن میں جو ترامیم مذکورہ بالا ایکٹ یا دیگر ترمیمی قوانین کے ذریعہ کی گئی ہیں مذکورہ بالا آرڈیننس کے اجراء سے متاثر نہیں ہوئی ہیں۔

لہٰذا اب ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کے اعلان کے بموجب اور اس سلسلہ میں اسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات کو استعمال کرتے ہوئے صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے قانونی صورت حال کے استقرار اور اس کی مزید توثیق کے لئے حسب ذیل فرمان جاری کیا ہے۔

ہونے پر قادیانیوں کی قانونی و آئینی حیثیت اسی طرح ہوگی جیسی کہ دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء کے نفاذ سے پیشتر تھی۔

جیسا کہ مفصل بیان کیا جا چکا ہے، دستور (ترمیم ثانی) ایکٹ بابت سال ۱۹۷۴ء کی رو سے جو ترامیم ۱۹۷۳ء کے دستور کے آرٹیکل ۲۶۰ و آرٹیکل ۱۰۶ میں عمل میں لائی گئی تھیں وہ بدستور قائم اور نافذ ہیں۔

شائع کردہ:

وزارت اطلاعات و نشریات

محکمہ فلم و مطبوعات، اسلام آباد

۱۸ رمئی ۱۹۸۲ء

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆

نئے آرڈی نینس کا اجراء

۱۹۸۴ء

قادیانیوں کی اسلام دشمن سرگرمیاں

اس آرڈی نینس نے قانون فوجداری ۱۸۹۸ء کی دفعہ ۹۹۔اے میں بھی ترمیم کر دی ہے جس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے اخبار، کتاب اور دیگر دستاویز کو جو کہ تعزیرات پاکستان میں اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے شائع کی گئی، ضبط کر سکتی ہے۔

اس آرڈی نینس کے سبب پاکستان پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈی نینس ۱۹۶۳ء کی دفعہ ۲۴ میں بھی ترمیم کر دی گئی ہے جس کی رو سے صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار مل گیا ہے کہ وہ ایسے پریس کو بند کر دے جو تعزیرات پاکستان کی اس نئی اضافہ شدہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کوئی کتاب یا اخبار چھاپتا ہے۔ اس اخبار کا ڈیکلریشن منسوخ کر دے جو متذکرہ دفعہ کی خلاف ورزی کرتا ہے اور ہر اس کتاب یا اخبار پر قبضہ کرلے جس کی چھپائی یا اشاعت پر اس دفعہ کی رو سے پابندی ہے۔

آرڈی نینس فوری طور پر نافذ ہو گیا ہے جس کا متن ملاحظہ فرمائیں۔

آرڈینینس نمبر ۲۰

مجریہ ۱۹۸۴ء

قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکنے کے لئے قانون میں ترمیم کرنے کا آرڈی نینس۔

چونکہ یہ قرین مصلحت ہے کہ قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیوں سے روکنے کیلئے قانون میں ترمیم کی جائے۔

اور چونکہ صدر کو اطمینان ہے کہ ایسے حالات موجود ہیں جن کی بنیاد پر فوری کارروائی کرنا ضروری ہو گیا ہے۔

لہٰذا اب ۵ر جولائی ۱۹۷۷ء کے اعلان کے بموجب اور سلسلے میں اسے مجاز کرنے والے تمام اختیارات استعمال کرتے ہوئے صدر نے حسب ذیل آرڈی نینس وضع اور جاری کیا ہے۔

(حصہ اوّل)

ابتدائیہ

(۱) مختصر عنوان اور آغاز نفاذ

ا۔ یہ آرڈی نینس قادیانی گروپ، لاہوری گروپ اور احمدیوں کو خلاف اسلام سرگرمیاں (امتناع وتعزیرات) آرڈی نینس ۱۹۸۴ء کے نام سے موسوم ہوگا۔

۲۔ یہ فی الفور نافذ العمل ہوگا۔

(۲) آرڈی نینس عدالتوں کے احکام اور فیصلوں پر غالب ہوگا۔

اس آرڈی نینس کے احکام کسی عدالت کے کسی حکم یا فیصلے کے باوجود موثر ہوں گے

(حصہ دوم)

مجموعہ تعزیرات پاکستان

(ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء) کی ترمیم

(۳) ایکٹ نمبر ۴۵ بابت ۱۸۶۰ء میں نئی دفعات

۲۹۸-ب اور ۲۹۸-ج کا اضافہ

مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ نمبر ۴۵، ۱۸۶۰ء میں باب ۱۵ میں، دفعہ ۲۹۸-الف کے بعد حسب ذیل دفعات کا اضافہ کیا جائے گا۔ یعنی .....

(۲۹۸-ب)

بعض مقدس شخصیات یا مقامات کیلئے

مخصوص القاب، اوصاف یا خطابات وغیرہ کا ناجائز استعمال۔

ا۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو ''احمدی'' یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعہ خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے۔

(الف) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المومنین، خلیفۃ المومنین، خلیفۃ المسلمین صحابی یا رضی اللہ عنہ کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ب) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی زوجہ مطہرہ کے علاوہ کسی ذات کو ام المومنین کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ج) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان (اہل بیت) کے کسی فرد کے علاوہ کسی شخص کو اہل بیت کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(د) اپنی عبادت گاہ کو ''مسجد'' کے طور پر منسوب کرے یا موسوم کرے یا پکارے۔ تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہوگا۔

۲۔ قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ (جو خود کو ''احمدی'' یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کا کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے خواہ زبانی ہوں یا تحریری یا مرئی نقوش کے ذریعے اپنے مذہب میں عبادت کے لئے بلانے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے جس طرح مسلمان دیتے ہیں تو اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لئے دی جائے گی جو تین سال ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا مستوجب بھی ہوگا۔

ختم نبوت اکیڈمی (لندن)

مختصر تعارف

قصرِ نبوت پر نقب لگانے والے راہزن دورِ نبوت سے لیکر دورِ حاضر تک مختلف انداز کے ساتھ وجود میں آئے ،لیکن اللہ تعالیٰ نے ختم نبوت ﷺ کا تاج صرف اور صرف آمنہ اور عبداللہ کے بیٹے حضرت محمد ﷺ ہی کے سر پر سجایا اور دیگر مدعیانِ نبوت مسیلمہ کذاب سے لیکر مسیلمہ قادیان تک سب کو ذلیل و رسوا کیا۔ اُمت کے ہر طبقہ میں ایسے اشخاص منتخب کیے جنہوں نے ختم نبوت ﷺ کے دفاع میں اپنی جانوں تک کے نذرانے دیئے اور شب و روز اپنی محنتوں اور صلاحیتوں کو بفضل اللہ تعالیٰ ناموسِ رسالت و ختم نبوت ﷺ کے مقدس رشتے کے ساتھ منسلک کر دیا۔

ختم نبوت اکیڈمی (لندن) کے قیام کا مقصد بھی من جملہ انہی اغراض و مقاصد پر محیط ہے، چنانچہ عالمی مبلغ ختم نبوت ''حضرت عبدالرحمٰن یعقوب باوا'' نے قادیانیت کی حقیقت سے مسلمانوں کو خبردار کرنے کے لئے جس طرح اپنی زندگی کو اس کارِ خیر کے لئے وقف کیا وہ کسی سے پوشیدہ نہیں، انہی کی انتھک محنت و کاوشوں سے اکیڈمی کا وجود ظہور پذیر ہوا۔

الحمد للہ اس ادارہ نے عالمی سطح پر ختم نبوت کے دفاع کو مضبوط کیا ہے۔ تقاریر، لٹریچر، اخبارات و جرائد اور انٹرنیٹ کے ذریعہ مسلمانوں کو قادیانیت اور ان کی ریشہ دوانیوں سے باخبر کیا اور پوری دنیا میں ختم نبوت ﷺ کا پیغام پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ اس ادارہ کو اخلاص کے ساتھ مزید ترقیاں نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین!

مسلمانوں سے درخواست ہے کہ وہ اس ادارہ کیساتھ بھرپور تعاون فرمائیں۔

.....انتظامیہ.....

ختم نبوت اکیڈمی (لندن)

قادیانی مسئلہ پر مسلم اُمہ کا موقف
۱۹۷۴ء کی پاکستانی قومی اسمبلی کے رُوبرو

ناشر

ختم نبوت اکیڈمی (لندن)

387 KATHERINE ROAD FOREST GATE
LONDON E7 8LT UNITED KINGDOM
Phone 020 8471 4434
Mobile. 0798 486 4668, 0795 803 3404
Email : khatmenubuwwat@hotmail.com

نام کتاب : قادیانی فتنہ اور ملت اسلامیہ کا موقف

مرتبین کتاب : حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب

حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اکوڑہ خٹک

زیر نگرانی : حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ

ناشر : ختم نبوت اکیڈمی (لندن)

سن اشاعت : جنوری ۲۰۰۵ء

فہرست مضامین

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
۱۹	محمد علی لاہوری کے اقوال	۴۵
۲۰	مسلمانوں سے عملی قطع تعلق	۴۶
۲۱	غیر احمدی کے پیچھے نماز	//
۲۲	غیر احمدی کے ساتھ شادی بیاہ	۴۷
۲۳	غیر احمدیوں کی نماز جنازہ	۴۸
۲۴	قائد اعظم کی نماز جنازہ	//
۲۵	خود اپنے آپ کو الگ اقلیت قرار دینے کا مطالبہ	۵۰
۲۶	مرزائی بیانات کے بارے میں ایک ضروری تنبیہ	//
۲۷	لاہوری جماعت کی حقیقت	۵۳
۲۸	لاہوری جماعت کا حلفیہ بیان	۵۵
۲۹	قادیان اور لاہور کی جماعتوں میں کوئی فرق نہیں	۵۷
۳۰	نبی نہ ماننے کی حقیقت	۵۸
۳۱	تکفیر کا مسئلہ	۶۳
۳۲	لاہوری جماعت کی وجوہ کفر	۶۶
	حصہ دوم: مرزائی نبوت کی جھلکیاں	
۳۳	مرزائیوں کی مزید کفریات اور گستاخیاں	۶۹
۳۴	اللہ تعالیٰ کے بارے میں	//
۳۵	قرآن کریم کی تحریف اور گستاخیاں	۷۰
۳۶	مرزائی "وحی" قرآن کے برابر	۷۳
۳۷	انبیاء کی توہین	۷۳

فہرست مضامین

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر
۵۷	فیصلہ مقدمہ راولپنڈی	۱۰۳
۵۸	مقدمہ جیمس آباد کا فیصلہ	۱۰۵
۵۹	ماریشس سپریم کورٹ کا فیصلہ	//
۶۰	مصور پاکستان علامہ اقبال کی رائے	۱۰۷
	حصہ چہارم: بعض مرزائی مغالطے	
۶۱	کلمہ گو کی تکفیر کا مسئلہ	۱۱۰
۶۲	مسلمانوں کی باہمی تکفیر کے فتوے اور ان کی حقیقت	۱۱۳
۶۳	دو روایتیں	۱۱۷
۶۴	قرآن کریم کی ایک آیت	۱۲۳
۶۵	بعض صوفیا کے غلط حوالے	۱۲۵
۶۶	دین میں اقوال سلف کی حقیقت	//
۶۷	مرزائی مذہب میں اقوال سلف کی حقیقت	۱۲۶
۶۸	صوفیاء کرام کا اسلوب	۱۲۷
۶۹	مجدد الف ثانیؒ کی عبارت میں مرزا کی صریح تحریف	۱۳۰
۷۰	ملا علی قاریؒ	۱۳۱
۷۱	شیخ ابن عربیؒ اور شیخ شعرانیؒ	۱۳۲
	حصہ پنجم: مرزائیت کی اسلام دشمنی	
۷۲	سیاسی پس منظر	۱۳۶
۷۳	یورپی استعمار اور مرزائیت	۱۳۷
۷۴	اٹھارھویں صدی کا نصف آخر اور یورپی استعمار	//

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

☆☆☆☆☆

☆☆☆

☆